

# شمس الاسلام

ماہنامہ

\* بھیرہ (پاکستان) \*

\* \* \*

بابت ماہ ذیقعد و ذی الحج ۱۳۷۵ھ

مطابق ماہ جولائی ۱۹۵۶ء

★

تحت ادارہ

فلزم حسین } امیر حزب الانصار بھیرہ  
مدیر مسؤل } مولانا الحاج افتخار احمد بکوی } سالانہ چاند  
(پاکستان)



سالانہ چندہ  
۵۶-۱۰  
عوام سے  
طلبہ سے

زیر نیت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

سالانہ چندہ  
۵۶-۱۰  
معاویین سے  
غیر مالک سے

# منجانب حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

۱۔ اغراض مقاصد { ۱، اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام - ۲، اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ - ۳، جریہ شمس الاسلام کا اجراء ۴، دارالعلوم عزیزیت جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین طریق کار - ۵، خدمت انجام دے رہا ہے ۶، مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کیا جا رہی ہے ۷، عظیم نشان سالانہ کانفرنس ۵، امیر حزب الانصار مبلغین کے ہر سال سالانہ تبلیغی دورہ ۶، کتب خانہ ۷، جامع مسجد بھیرہ کی حرمت۔

## جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱، سالانہ جریدہ ہر سال کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے سے منفق ہونا ضروری نہیں۔ ۲، اگر ایسا کان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ و کثیت کم از کم چار ماہ ہر اربابین بڑے سالانہ مقررہ ۳، عام سالانہ چندہ سے ۴، معاویین سے ۵، طلبہ سے ۶، مقررہ سے ۷، نمونہ کار پرچہ ہر کے کے کے وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے ۸، سالانہ باقاعدہ تاریخ پر مال کے بعد جریدہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل امت میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے مہینہ کی ۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر سال دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ہر ماہ ۹، جواب کیلئے جوابی کا ڈیا ٹکٹ آنا چاہئے ۱۰، ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل الہی عبد المجید صاحبان کمیشن ایجنٹس کو اب مسجد شریف ممبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں ۱۱، ہرنگ ڈاک اور خطوط ہرنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل رسالہ غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے۔

دائر میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی بی آر سال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی پی واپس فرما کر ایک

سرخ نشان

اسلامی ادارے کو نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

غلام حسین فیجر رسالہ شمس السلام

بھیرہ	شمس السلام
شمارہ ۷	جلد ۲۷

## فہرست مضامین

نمبر صفحہ	مباحث مضمون	مضمون	نمبر شمارہ
۴	ادارہ	بزم انصار	۱
۵	"	سانحہ ہو شریا	۲
۹	از جناب اثر زبیری صاحب	بادگاہ رسالت میں عقیدے کے چند پھول (نظم)	۳
۱۰	مولانا حکیم عبد الرسول صاحب مرحوم بکھروی	تذکرۃ الصالحین	۴
۱۹	مولانا سید سیلح الدین صاحب کا کاغذیں	تاریخ و حبر	۵
۲۵	ادارہ	مسائل قربانی	۶
۲۸	مولانا بدر الحق صاحب کوئی	اسلام کا انقلابی شاہکار	۷

بہت مہنگا مغلہ حسین ایڈیٹر پرنٹری لٹریچر ٹرانسلیٹری پریس سارگودھا میں چھپ گیا  
دفتر جدیدہ شمس السلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا

# بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار بصرہ

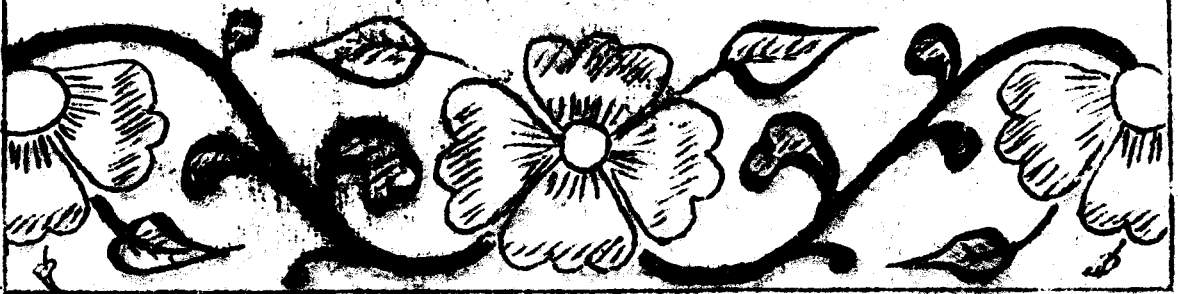
(اداشہ)

دارالعلوم غزنیہ : ہر مین طلبہ کا داخلہ ماہ شوال کے آخر تک کھلا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دارالعلوم میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ تعلیمی حالت قسبی بخش اور قابل اطمینان ہے۔  
ملشی فاضل کلاس : ہر مین کلاس باقاعدہ جاری ہو چکی ہے۔ ماہ ذیقعد کے آخر تک طلبہ کے داخلہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

وجہ الحفاظ : ہر مین حافظ غلام یسین صاحب نہایت تدریسی سے مصروف تعلیم و تعلم ہیں۔  
تبلیغ : ہر مولوی محمد عظیم صاحب فاضل غزنیہ نے اس ماہ میں چک ملا، گھوڑ پود، نصیر پور، کلان، کوٹھمن وغیرہ وغیرہ مقامات پر تبلیغی دورہ کیا۔

شمس الاسلام : ہر مندرجہ ذیل حضرات نے شمس الاسلام کی سرپرستی قبول فرمائی۔ جزام الداحسن البرزہ :

محترم سید ضیاء حسین صاحب سیالکوٹ شہر	محترم سید الدخان صاحب دہرا دپور
محترم ایم شیر محمد خان صاحب ہنگو	محترم بابو محمد یسین صاحب لاہور
محترم مولانا شمس الدین صاحب لاہور	محترم مولانا عالم الدین صاحب دہرا دپور
محترم جناب محمد صدیق، محمد شفیع، محمد عمر صاحبان گوجرانوالہ	محترم حضرت حافظ میاں نور جانیان صاحب مداراں شریف
محترم قاضی محمد زاہد صاحب چشتی لد شریف	محترم ملک محمد خان صاحب ڈیالی
محترم مولوی محمد بخش صاحب	محترم محمد عبداللہ صاحب میاں خبی
محترم امان اللہ خان صاحب پیلیوی	محترم خواجہ محمد علی صاحب
محترم مولوی محمد موسیٰ صاحب (تونسہ شریف)	محترم میاں علی محمد صاحب شیخہ اکوٹ





# سائنس و ہوشیاری

## آفتاب رُشد و ہدایت غروب ہو گیا

(ادارہ)

یہ خبر نہایت رنج و الم سے سنی جائے گی، کہ وہ سرزمین جو بقعہ نور اور تجلیات کی حامل تھی، جہاں علم و عرفان کا چشمہ تھا، جہاں متلاشیانِ بادۂ عرفان کی سیرانی تھی، جس کی بدولت سکون قلب دستیاب تھا، اور جو علم و عمل، معرفت و حقیقت، شریعت و طریقت اور رشد و ہدایت کا آفتاب تھا، غروب ہو گیا۔

شاہقاہ سراجیہ مجددیہ کنڈیاں جس مقدس وجود کے انوار و فیوضات سے بالامال اور علم و طریقت کا مرکز تھی، وہ حسن و خوبی کا پیکر سید العلماء و الفضلاء و مخدوم العالم قدوة السالکین، عمدة العارفین حضرت مولانا وسیدنا محمد عبد اللہ صاحب لوتی اللہ مرقداً اپنے ارادتمندوں اور خدام کو داغ مقارفت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت اقدس قدس سرہ پچھلے سال حج مبارک پر تشریف لے گئے تھے۔ اور اس سفر مبارک سے مراجعت فرمائے آستانہ عالیہ ہوئے، تو طبیعت ناماز ہو گئی۔ اور مختلف عوارضات لاحق ہو گئے۔ کبھی آرام اور کبھی تکلیف کی کیفیت رہتی تھی۔ مگر رمضان المبارک کی آمد پر طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اور آپ نے اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ بلکہ ریاضت و عبادت میں زیادہ جدوجہد فرمائی شروع کر دی۔ ہر رات دو حافظوں سے قرآن پاک سنا۔ اور ساری رات مراقبہ و ذکر الہی میں مجبور ہوا۔ آپ کا طریق یہاں اسی طرح رمضان المبارک بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ آستانہ عالیہ پر رمضان المبارک آنے والے خدام کو خوشی خوشی رخصت فرمایا۔

آہ ! کتنی کہ کیا معلوم تھا، کہ میں یہ آخری دیدار کر رہا ہوں۔ اور گردشِ فلک جدائی ڈال رہی ہے۔ چنانکہ بیماری نے اعادہ کیا۔ بخار کی شدت بڑھتی گئی۔ اس عرصہ میں حکیم جن پیر احمد صاحب خوشابی اور حکیم مولانا محمد زبیر صاحب بکھروسی نہایت تندہی سے علاج کرتے رہے۔ مگر مرض میں کمی واقع نہ ہوئی۔ آخر الامر استاذ الاطباء جناب مولانا حکیم عبد المجید صاحب سیفی کو لاہور سے بلوایا گیا۔ ان کے علاج سے بخار اور دیگر عوارض میں ہوا تو امید بندھ گئی، کہ آپ کی طبیعت سنبھل گئی ہے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا،

اور وہ ہو کر رہا۔ کل من علیہا فات ویبقی وجہ سر بلک ذوالجلال والا کرام۔  
تاریخ ۲۷ شوال ۱۳۷۵ھ، موافق ۷ جون ۱۹۵۶ء خمیس کی رات کو ایک بجے واصل بحق ہوئے۔

## حیف و حسرتوں صحبت یار آخر شد + روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

سات جون ۱۹۵۶ء بروز جمعرات ساٹھ نو بجے صبح خانقاہ شریف میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کی افتاد میں غار جنازہ ادا کی گئی۔ اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا جسد مبارک علیحضرت قدس سرہ الغریز کے پیلو میں بجانب مغرب سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حدیث شریف رئیس المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ علوم ظاہری سے بہرہ وہ ہونے کے بعد علم باطنی کی تلاش میں پنجاب تشریف لائے۔ اور حضرت قیوم زمان مجدد دوران مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب مرحوم و مغفوسہ سے ملحق ہوئے۔ اور ایک ہی نظر میں شکاک ہو گئے۔ حصول سلوک میں اس قدر متفرق ہوئے، کہ گہر بار کی یاد ہی دلی سے محو ہو گئی۔ اور پودے چودہ سال آستانہ عالیہ میں قیام فرما رہے۔ اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کی۔ اور ظاہری و باطنی کمالات کے جامع بنے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ الغریز کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ سفر و حضر میں آپ کو ساتھ رکھتے۔ آپ نے حضرت قبلہ مولانا محمد عبد اللہ صاحب مرحوم کے حق میں محبت بھری وصیت فرمائی۔ جس کے ایک ایک لفظ سے شفقت و محبت ٹپک رہی ہے۔ اور خاص طور پر وصیت کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں :-

”فقیر اپنا خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین مولوی محمد عبد اللہ صاحب لدھیانوی کو مقرر کرتا ہے۔ جن کو فقیر نے پوری توجہ اور دل سوزی سے نقشبندی سلوک طے کرایا ہے۔ وہ

اس خانقاہ شریف میں جس کا نام خانقاہ سراجیہ مجددیہ ہے، مقیم رہ کر ترویج سلوک اور توسیع سلسلہ میں سعی رہیں گے۔ ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص

خانقاہ ہذا میں سجادہ نشینی کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کا دعویٰ مسموع ہو گا۔“

حضرت مرحوم و مغفور نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں سر مو فرق نہ آنے دیا۔

اور اسی خانقاہ مقدس کو اپنا گھر سمجھا۔ تمام زندگی یہیں گزار دی۔ اپنے لئے یا اپنے اہل و عیال کے لئے مکان تک نہیں بنوایا۔ بلکہ خانقاہ عالیہ کے حجروں میں ہی اقامت کی۔ اور نگر سے کھانا کھا کر گزاراوقات فرماتے رہے۔

یہ تو تھی آپ کی ذاتی زندگی کی مختصر جھلک ، اب اعلیٰ حضرت کی عطا کردہ ودیعت کو توچے نے کہاں پہنچایا ہے اس کے متعلق صرف اتنا ہی کہ دینا کافی ہے ، کہ کراچی سے لیسکر پشاور تک ہی نہیں ، بلکہ آپ کے حلقہ ارادت میں بنگال ، یوپی ، مالیر کوٹہ ، پٹیالہ اور کیچ مکران کے مایہ ناز علماء کی کثیر تعداد شامل تھی ۔

غرض کہ حضرت شیخ کی دعا و توجہ ساتھ تھی ۔ جنگل کو منگل بنایا ۔ خانقاہ پاک متلاشیان حق کی آماجگاہ تھی ۔ پیاسے آتے تھے اور سیراب ہو کر لوٹتے تھے ۔ دکھی دکھ لیکر آتے تھے ، اور شفا یاب ہو کر واپس جاتے ۔ اپنے قلوب گناہوں سے رنگ آلودہ لیکر آتے تھے ، اور مصفا کر کے جاتے ۔

اللہ تعالیٰ مولانا عرشی صاحب کی قبر پر رحمت نازل فرمائے ۔ کہ انہوں نے خانقاہ شریف کا نقشہ کیا خوب کھینچا ہے ۔ آپ بعنوان ”کیا دیکھا“ لکھتے ہیں :-

## کیا دیکھا؟

(از مولانا عرشی صاحب مرحوم)

بقعہ ضبط انوار زینرداں دیدم	خطہ مورد الطاف ز رحمت دیدم
چہ مقامیکہ برد سرور و ہم طوبی را	سایہ از کرم غیب گل افشاں دیدم
چہ مقامیکہ ز انوار کمالات اورا	چونگیں زیدج خاتم گہماں دیدم
فیض گہراں کہ اناف و ریخا جمع اند	مشد جملہ ہم صورت انخواں دیدم
عامیانرا کہ نخواندند الف ، ہا ، تا ، نیز	واقف کا شف ہر نکتہ پہماں دیدم
اندریں گہماں رود معارجاری است	الحق این خطہ تھل را یم عرفاں دیدم
تا کجا خوبی این بقعہ شمار و عرشی	زانکہ آید گہماں نیز فراواں دیدم

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے، کہ حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی تدفین کے بعد آپ کے اکابر خلفاء حضرت مولانا میاں جہان محمد صاحب و مولانا حکیم عبدالجید صاحب سیفی و حضرت مولانا عطاء محمد صاحب و حکیم جن پیر احمد صاحب و ڈاکٹر محمد شریف صاحب . . . . . حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب و غیر ہم اور دیگر متوسلین نے مولانا خان محمد صاحب سے تجدید بیعت کر کے ان کو سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ اپنے موضع ڈنگ میں قامت اختیار کی حضرت صاحب قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ کی اولاد میں سے ایک بچہ صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب سلمہ ربہ بحر تقریباً بارہ سال، اور ایک بچی سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اللہ کریم ان کو علم و عمل سے بہرہ ور فرمائے۔ اور اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کے کمالات سے مستفید اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین باللہ الہی الامین +

## تالیخ وفات حسرت آیات حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز

(از مولانا فضل کریم صاحب مدرس دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بیرو)

پیر مار و شن نصیر و خوش لقا	کو س رحلت ہو شوئے دار البقاء
از شعار علم دین آراستہ !	وز و ثلہ اصفیاء پیراستہ
بد علمبردار میدانِ رضا	شہسوار جادۂ صدق و صفا
خضر راہ حاکم دین مبیین !	در مگلو تش ربکہ حبس المیتیں !
مسند آرائے خلافت بالیقین	فیض بخش ہر کہین و ہر میں
از سروش و حدتش آمد ندا !	بے عجا بانہ درین غلو تسرا
ہیں قدم رنجہ بفرما سوئے ما	مَرْحَبًا أَهْلًا وَسَهْلًا مَرْحَبًا
گفت حافظ ہم بہ آوازِ حزین	بہترین بُدہ مشغلہ، در راہ دین

سروح اود سلا سلا جنت شاد باد

میر و حزب انصار ما آباد باد



# بارگاہِ سیالت میں عقیدت کے چند پھول

(از جناب اثر زبیری صاحب لکھنوی)

نذر کرنے کے لئے قلب و جگر لایا ہوں شجرستان محبت کے ثمر لایا ہوں  
غنجمائے بد دیدہ تر لایا ہوں کچھ نہیں دوج عقیدت کے گہر لایا ہوں

مرحباً سید کئی مدنی العسری !

دل و جاں باد فدایت پہ عجب خوش لقمی

شوق ناچیز کجا بارگہ ناز کجا !! دیدہ ذوق کجا شیشہ گہ ناز کجا  
گوش بے مایہ کجا مطر پہ ساز کجا شہر عجز کجا حسرت پر واز کجا !

مرحباً سید کئی مدنی العسری !

دل و جاں باد فدایت پہ عجب خوش لقمی

مگر اک ولولہ ذوق نہاں رکھتا ہوں صفت برق و شر قلب تیاں کھتا ہوں  
جنس گم گشتہ ایمان کا نشان رکھتا ہوں آج کچھ تو مدد شرح و بیسان کھتا ہوں !

مرحباً سید کئی مدنی العسری !

دل و جاں باد فدایت پہ عجب خوش لقمی

اے شیر حق و بشر قدوہ والا نسبی بونے نسیرین عرب ہاشمی و مطلبی  
خاک پائیت ہمہ جان و دل اُمّی و ابی ! انبیاء را خبرے کن کہ ہیں شان نبی

مرحباً سید کئی مدنی العسری !

دل و جاں باد فدایت پہ عجب خوش لقمی

موج کوثر کی روانی ہے تری آنکھوں میں رحمت حق کی نشانی ہے تری آنکھوں میں  
اثر سوزنسانی ہے تری آنکھوں میں عشق امت کی کہانی ہے تری آنکھوں میں

مرحباً سید کئی مدنی العسری !

دل و جاں باد فدایت پہ عجب خوش لقمی

# تذکرۃ الصالحین کمالا مجددیہ کی ایک جھلک

از مولانا حکیم عبدالرسول صاحب کلاں مرحوم بکھروی مصنف تازیانہ نقشبندیہ نود الہدیٰ و توفیر العینین ہر پنج حصہ غیرہ

نامرکت، حامی شریعت، آفتاب طریقت، محی السنۃ قاصح البدعہ، امام ربانی سیدنا مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ الغریز کا وجود مسعود ہندوستان میں اسلام کے بقا کا ذریعہ بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سند ہزار ہجری کے بعد اسے وقت میں مبعوث فرمایا جبکہ اکبری دور الحاد میں اسلام کی کشتی غرق ہو رہی تھی۔ ہندوستان سے اسلام کا نام و نشان مٹانے کے لئے زبردست منظم سازش ہو رہی تھی۔ حکومت، دولت، سطوت اور قماریت کے بل بوتہ پر محمد اعظم اکبر اور اس کے مشہور نوorten اسلام کو مٹانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ دین الہی اکبر شاہی کی ترویج ہو رہی تھی۔ ابو الفضل و غرضی جو علوم ظاہری میں کیتائے زمانہ تھے۔ مگر ایمان کی نعمت سے محروم، اور الحاد و فحش کی اشاعت میں سرگرم متھے۔ اپنے علمی تفوق کی بنا پر ہندوستان کے علمی حلقوں پر اثر انداز تھے۔ اللہ کی رحمت نے ایسے وقت میں شب جمعہ بوقت سحر ۱۳ ماہ شوال ۹۷۰ھ کو حضرت امام ربانی کی ولادت سے دنیا کو فخر عطا کیا۔

آپ کی کنیت ابو البرکات، لقب شریف بد الدین اور اسم شریف شیخ احمد مقرر ہوا۔ اور بعد میں مجدد الف ثانی کے لقب سے تمام دنیا میں مشہور و سرفراز ہوئے۔

حضرت امام ربانی کے حالات میں متعدد کتابیں آج تک تالیف ہو چکی ہیں۔ حضرات القدس، زبدۃ اللغات

عدۃ اللغات، برکات احمدیہ، کوکب دینیہ، حجتہ الاحمدیہ، تاریخ محمد شاہی، تاریخ میر، رسالہ تجدیدیہ، نجم الہدیٰ، معصومیہ طبقات معصومی، مقامات معصومی، یاقوت احمد، عنایت حرمین، لطائف مذہب، مقامات نقشبندیہ، مرآۃ العالم، روضۃ قیومیہ، وجوہت معتبرہ جامع ہے۔ اس کے مصنف کمال الدین محمد احسان مجددی ہیں۔ اس کے جلد اول کو ترجمہ کر کر حضرت استاذنا و مرشدنا العالم مولانا غلام مرتضیٰ صاحب قدس سرہ الغریز بیرلوی نے طبع کرایا تھا، وغیرہ وغیرہ صد ہا تصانیف دنیا میں موجود ہیں۔

**نسب** آپ کے والد حضرت مخدوم عبدالاحد صاحب علیہ کا سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آبا و اجداد میں کئی اولیاء اللہ صاحبِ تعارفات باطنی گذرے ہیں۔

**تعلیم و تربیت** آپ نے کتب میں بہت تھوٹے والد محترم کی خدمت میں اکثر علوم متداولہ کی تحصیل فرمائی۔ اس کے بعد سیال کوٹ شریف لے گئے۔ اور وہاں فاضل محقق اور عالم دقیق عابد و زاہد مولانا کمال کشمیری سے معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اور علم حدیث کی سند مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کی۔ علوم ظاہری کے تمام مرحلے سن بلوغ سے پہلے پھلے کر کے بعد والدینہ گوارا کی خدمت

میں حاضر ہو کر تدیس میں مشغول ہوئے۔ اور ان ایام میں چند فارسی عربی رسالے تصنیف فرمائے جو نہایت بہترین اور علمی ہوا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک سالہ ردیعیہ بھی ہے۔

**سفر آگرہ** { اس زمانہ میں آگرہ (اکبر آباد) سندھ میں ہندوستان کا دارالسلطنت تھا۔ بادشاہ

وقت اکبرہاں رہتا۔ اس لئے مختلف علوم و فنون کے علماء و فضلاء کا وہاں خوب اجتماع ہوتا۔ اور ابو الفضل فیضی نے علوم ظاہری میں کمال، شاہی تقرب اور چالاکیوں کی وجہ سے علماء حق کو مرعوب کر رکھا تھا۔ اور اس علمی تفوق کے بل بوتے پر وہ

اکبری الحاد اور دہریت کے لئے زمین ہمواد کر رہے تھے۔ اکبر آباد میں علمائے زمانہ کی کثرت و اجتماع کا حال معلوم کر کے اس عالم جوانی میں حضرت مجدد الف ثانی کو وہاں کی سیر کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور وہاں ایسے وقت میں تشریف لے گئے کہ بادشاہ وقت بھی موجود تھا۔ اور علماء عصر کا اجتماع بھی تھا۔ جب حضرت

مجدد رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے، تو اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے کیلئے تمام تشنگان علوم ہر طرف سرٹوٹ پڑے آپ کے بحر و کمال علمی کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء و حیران و ششدر ہو گئے۔ علماء و فضلاء اگر وہ درگاہ آپ کے اس درس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے حدیث و تفسیر کی سند لیا کرتے۔ اور وہاں ہی شیخ سلیم چشتی کے ایک خلیفہ نے آپ کو دیکھ کر آپ کے علم و فضل اور کمال ظاہری و باطنی کی گواہی دی۔

**ابو الفضل سے مباہلہ** { ان مجالس میں ابو الفضل و شیخ کا موقع ملتا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے، کہ ابو الفضل فلاسفہ کی طرح سرائی کرنے لگا۔ اور علوم فلاسفہ کی تعریف و توصیف میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کچھ اس لب لہجہ میں تقریر کرنے

لگا، جس سے علماء دین اور علوم دینیہ کی توہین و تمقیص ہو گئی تھی۔ اس کے رعب و ہلبت اور تقرب سلطانی کی وجہ سے علماء حاضرین جھوٹا خاموش رہی تھے۔ اور کسی کی ہمت نہ ہو سکی، کہ اس کی چلتی رہوٹی تقریر کو روک سکے۔ مگر حضرت مجدد الف ثانی ایسے لوگوں سے مرعوب ہوئے والے کب تھے۔ غیرت دینی سے بے تاب ہو کر فرمانے لگے، کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ المنہج من الضلال

میں فرمایا ہے، کہ جن علوم کے متعلق فلاسفہ کا دعویٰ ہو، ان میں سے جو کام آنے والے اور مفید علوم ہیں مثلاً الیات و حکمت و نجوم و ہریت و طب و غیرہ یہ درحقیقت انبیاء کرام کے علوم تھے۔ جن کو انھوں نے پڑایا۔ ادب اپنی طرف اسکو منسوب کر رہے ہیں۔ اور جس قدر ان کی طبع زاد چیزیں ہیں وہ سب فضول اور بے کار محض ہیں۔ ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ ابو الفضل کا رنگ متغیر ہوا۔ اور کہنے لگا، امام غزالی نے یہ غلط کہا ہے۔

اس لفظ کے لئے ہی حضرت مجدد بھی متغیر ہوئے اور فرمایا کہ اگر اہل علم کی صحبت کا کچھ ذوق نہ رکھتے ہو تو ان فضول باتوں کو چھوڑ دو۔ اپنی زبان کو ذرا ادب کے اور قابو میں رکھو۔ یہ فرمانا مجلس سے احتجاجاً اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اور پھر ایسے گستاخوں کی مجلس میں تشریف نہیں لاتے تھے۔ علاوہ ازیں ابو الفضل سے بعض اور مسائل میں بھی مباہلے ہوتے رہے، اور اس کے طعنانہ بیانات کو آپ دلائل سے توڑتے رہے۔

## فیضی کی تفسیر بے نقط کی تصنیف

ان دنوں میں فیضی کو یہ خط مایا کہ قرآن مجید کی بے نقط تفسیر لکھ کر اپنے کمال فن کا ثبوت دے۔ اور ہر طرح علماء زمانہ کو



اپنے کمال و لیاقت سے مرعوب کرے۔ چنانچہ وہ ہے فقط تفسیر لکھ رہا تھا۔ ایک مقام میں اگر ایسا پھنس گیا کہ کافی دماغ سوڑی کے بعد بھی قاذو ہو سکا کہ کچھ لکھ سکے۔ اتنے میں حضرت مجدد تشریف فرما ہوئے۔ اس نے یہ الحاح عرض کیا کہ اس مقام کی تفسیر بے نقط الفاظ میں کرنے سے تو ہم عاجز لگتے ہیں۔ آپ ہماری اعانت فرمائیں۔ فیضی و ابو الفضل کی مشہور عالم چالاکوں کی بنا پر بہت ممکن ہے کہ وہ اس کام کو صرف اپنا امتیاز اور نہایت مشکل سمجھ کر حضرت مجدد کا امتحان لینا چاہتا ہوگا۔ یہ کوئی خاص کمال اور علمی تفوق کا حقیقہ موجب نہیں۔ لیکن فیضی صرف اسی چیز کے بل بوتے پر ناز کرتا اور علماء کو مرعوب کرتا۔ اس لئے اس کے غرور و فزاز اور کبر و پندار کو توڑنے کیلئے آپ نے قلم ہاتھ میں لیا۔ اور اسی مجلس میں اسی التزام کے ساتھ بے نقط عبارت میں اس مقام کی ایسی بہتر تفسیر کی، جو اس لفظی صفت و التزام کے ساتھ ساتھ معنوی طور سے بھی بلاغت و فصاحت کی شاہکار تھی۔ ظاہر و باطن دونوں حیثیتوں سے مکمل و ممتاز تفسیر کو اس طرح قلم برداشتہ دیکھ کر خود فیضی بھی حیران و ششدر رہ گیا۔ اور اس کو اپنے علم و فضل کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور اس کی علمی مغلویت اور فنی وقار کے زوال نے الحاد کی اشاعت کی رفتار کو بھی سست کر دیا۔ اور جس حربہ سے وہ خود کشی کیا کرتا تھا، اس میں حضرت مجدد نے دنیا نے ڈال کر اس کی دھارہ کو بے کار کر دیا۔

## خواجہ باقی باللہ کی محبت و بیعت

کچھ عرصہ تک اکبر آباد میں ہوا اور اپنے فضل و کمال سے علماء و مرید کو متحیر رکھ کر پھر آپ اپنے والد ماجد حضرت مجدد شیخ عبداللہ کی خدمت میں واپس سرہند تشریف لائے۔ اور والد

ماجد کی محبت میں رہ کر اودان سے اخذ فوائد باطنیہ کر کے سلسلے پیشہ کی اجازت حاصل کی۔ آپ کو روحہ مطہرہ سرور کا ثناء صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور حج بیت اللہ کا انتہائی شوق تھا۔ لیکن والد بزرگوار کی کبر سخی کی وجہ سے ان سے مفارقت گوارا نہ کر سکتے تھے۔ آخر بتقدیر الہی شتاء میں حضرت والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ اور آپ شتاء میں حج بیت اللہ کے قصد سے یثرب و بطنیہ کی طرف سے متوجہ سفر ہوئے۔ جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی تعریف و توصیف کی۔ اودان سے ملاقات کی ترغیب دلائی۔ حضرت خواجہ سے ملاقات ہوئی۔ اور اپنا عزم ظاہر کیا۔ حضرت خواجہ نے کچھ دن ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ آپ ٹھہر گئے۔ دہ سرے دن کے بعد آثار شروع ہو گئے۔ اور پھر حضرت خواجہ نے فی الفور داخل طریقہ نقشبندیہ کیا۔ اور صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ میں عام نسبت نقشبندیہ حضرت کو حاصل ہو گئی۔ غرض حضرت خواجہ نے آپ کو دولت کمال و کمیل کے حصول کی بشارت عطا فرما کر سرہند کو رخصت کیا۔ کچھ عرصہ ہاں ٹھہرنے کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے اس دفعہ مزید توجہ فرمائی۔ اپنے ہاں کے مرشدین کے ارشاد و افادہ کا کام آپ کے حق الہ کیا۔ اور خلعت خلافت عطا فرما کر سرہند رخصت کیا۔ آپ سرہند تشریف لا کر تربیت و تہذیب میں مشغول ہو گئے۔ اسی آثار میں حضرت خواجہ کا پھر خط آیا۔ اسکو پڑھتے ہی دہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے کابلی دروازہ تک پیادہ مع خدام آپ کا استقبال کیا۔ اور اپنے تمام اصحاب کو تاکید کی کہ ان کے ہوتے ہوئے سب لوگ انکی طرف متوجہ رہا کریں۔ بعض نے جو تامل کیا تو فرمایا: میاں شیخ احمد آفتاب ہیں۔ کہ ہم جیسے سائے انکی روشنی میں گم ہیں۔ حضرت خواجہ خطوط میں انتہائی نیاز مندی

اظہار فرماتے۔ اود آپ کے متعلق نہایت شاندار الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز فرمایا کہ "ان کے مانند آج زیر فلک کوئی نہیں۔" ایک روز فرمایا کہ "صحابہ کرام اور کامل تابعین کے بعد انکی طرح گنتی ہی کے چند اخص خواص گزرتے ہیں۔" اور فرمایا کہ میں نے بخارا و سمرقند سے یہ تحفہ لاکر ہندوستان میں بویا۔

## حضرت خواجہ کی وفات

باقی باللہ سے اس آخری طاقت کے بعد آپ دہلی سے سرہند واپس تشریف لائے اور وہاں سے پھر لاہور تشریف لیا کہ وہاں کے خواص و عوام، علماء و فضلا کو اپنے فیوضات ظاہری و باطنی کے انوار سے منور کیا۔ لاہور ہی میں تھے کہ حضرت خواجہ کی وفات کی جاگہ خبر پہنچی۔ اس خبر کے پہنچنے ہی لاہور سے دہلی واپس تشریف لے گئے۔ اور اپنے مرشد کامل کے روضہ مبارک کی زیارت اور مہذب زادگان و اصحاب خواجہ کی عبادت کے لئے وہاں تشریف فرما ہوئے۔ سب چھوٹے بڑے اور حضرت خواجہ کے تمام مریدین و متعلقین حاضر ہو کر آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور اس خلفاء میں کچھ عرصہ رہ کر آپ نے تربیت و تزکیہ باطنی کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اپنے مرشد کے زمانہ کی رونق و ہلا کردی۔ مگر آخر کار سرہند واپس تشریف لے آئے۔ اور پھر اس کے بعد مستقل قیام سرہند تشریف میں رہا۔ اور وہاں ۳۲ھ ۲۹ صفر ۱۰۲۰ھ کو وفات ہو گئی۔

## حضرت مجدد کے کمالات

اپنی مبارک زندگی میں احیاء سنت اور امانت بدعت و رد رفس و شرک میں جو جو کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ انکا پوری

تفصیل و تشریح کے لئے دفتر کے دفتر بھی بھیج دیں۔ ایک مجلاتی مضمون کیا پوری کتاب بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ خود مجدد کی شان اتنی بڑی ہوتی ہے جو دین کے مٹے ہوئے آثار و رسوم کو از سر نو تازہ اور روشن کر کے باخ اسلام کو پر بار کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ شخص جس نے ہزار برس کے بدعات و رسومات اور دینی اور دہی و سیاسی خرابیوں کی مکمل اصلاح کی ہو، اس کے کارناموں کی شرح و بسط کے لئے یقیناً ایک وسیع میدان درکار ہے۔ حضرت مجدد حال و حال دونوں کے جامع ہیں۔ اور جامعیت کے ساتھ ساتھ حال میں بھی ان کا کمال کچھ اس درجہ پر ہے کہ بقول حضرت خواجہ باقی باللہ امت محمدی میں سے شاید چنانچہ اخص خواص کو حاصل ہو۔ اور قال یعنی علوم دینیہ ظاہریہ میں بھی آپ کا تجرد و وسعت اس درجہ پر ہے کہ تمام مسائل کلامیہ و فقہیہ میں جب گفتگو کرتے ہیں تو ایک مجدد و مکمل امام کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ بے نظیر تحقیقات، دلائل کی سنجیدگی، استدلال کی پختگی اور کلام کی متانت ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مجدد کی نظر کتنی وسیع و دقیق اور ذہن کتنا کثیف و سرخ اور دور رس تھا۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو ایسی آسان اور دل نشین عبارت میں آدا کر کے عقدوں کو حل فرماتے کہ مجبوراً آپ کی قادر الکلامی کی داد دینی پڑتی ہے۔ علم و عمل کے مختلف شعبوں کے لحاظ سے آپ کی ہستی ایک ممتاز ترین ہستی تھی۔ علوم ظاہریہ میں کمال اور علوم باطنیہ میں تفوق اتباع سنت میں انتہائی پختگی، عقائد باطلہ کی تردید میں شجاعت مقابلہ، رفس و بدعات کے استیصال کے لئے قلمی و زبانی جہاد، اکبری و دہار کے ملاحہ کے علمی غرور و ولہیت کو نوڑ چھوڑ کر علمائے دین کی حیثیت کا سک جمانا، شاہی دربار کے شرکانہ رسوم اور ہندو نوازی کو ختم کر کے صحیح اصلاح کرنا،

ہندوستان کے تمام سیاسی نظام میں ایک خوشگوار تبدیلی  
تبدیلی پیدا کر کے اکبری الحاد کے بعد شعائر دین کی ترویج کی کوشش  
اور اکیں حکومت اور محال سلطنت کی ظاہری و باطنی تربیت و  
ترکیہ کر کے نظام سلطنت میں صالح اور مذہبی عنصر داخل کر کے  
سرزمین ہند میں اسلام کی رونق از سر نو تازہ کرنا وغیرہ وغیرہ  
بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو حضرت مجدد کے کمالات اور آپ کے  
مجدیدی کارنامے ہیں، اور جن کی بنا پر آپ ”مجدد الف ثانی“  
کہلانے کے حقیقی مستحق ہوئے۔ مجدد کے لئے جس جامعیت  
اور ہر شعبہ میں درجہ کمال پر فائز ہونا ضروری ہے۔ وہ تمام امور  
بار تعالیٰ نے روز ازل سے آپ کی قسمت میں رکھے تھے۔ اسلئے  
مندرجہ بالا تمام موضوعات پر اگر تفصیلی کلام شروع کیا جائے  
تو دفتر کے دفتر لکھے جائیں گے مگر پھر بھی کتنا پڑیگا کہ ۵۰  
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

**کمال علمی :** لیکن ہمیں تو آج کی صحبت میں صرف  
آپ کے ”قال“ کے متعلق عرض کرنا ہے۔ اور

بتلا ہے کہ علوم ظاہریہ میں بھی آپ ایک فرد فرید اور مجتہد و امام کی  
حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دوں کہ ہمارے علمی  
اور ادب کے تصور کی وجہ سے اس سلسلہ میں بھی احاطہ نام کرنا  
بہت مشکل ہے۔ علم و عرفان کی جن بلندیوں پر جا کر یہ ”بازا شمع“  
اور شاہین علم و فضل مصروف پرواز رہتا ہے۔ ہم جیسے بے بال و  
پر لوگوں کا وہاں تک پہنچنا یقیناً محال ہے۔ اس لئے بہت سے  
علمی نکتے، حقائق و دقائق جو مکتوبات کی عبارات کے ضمن  
میں مندرج و مطوی ہیں۔ ان کا ہماری قاصر نظروں سے مخفی  
رہنا یقینی ہے۔ پس جو کچھ لکھا جائے گا وہ اس خرداں میں سر  
”مشتمل“ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور بارغ مجددی کے خوشبودار  
و خوش رنگ پھولوں میں سے صرف چند پھولوں کا ایک گلہ سہ  
ہوگا، جو احباب کرام کی مشام جان کو مسطر کرنے کے لئے تحفہ

پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ چند پھولوں کی خوشبو سو گندہ کر اور خوشی  
سے سرمت ہو کر اس باغ کی قدر و قیمت پہچانیں۔  
حضرت مجدد کے مکتوبات کو اٹھا کر دیکھا جائے تو ان میں  
ایک امتیازی کمال یہ معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے تمام مسائل میں  
نہایت محققانہ شان کے ساتھ ارباب تصوف و باطن اور علما و  
کرام کے درمیان تطبیق کی ہے۔ اور جن جن مقامات پر عام طور  
سے سمجھا جا رہا ہے کہ اہل حق کے یہ دونوں فرقے مختلف نظر  
آتے ہیں۔ وہاں پر آپ نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد ثابت  
کیا ہے کہ جدال فریقین یہاں پر صرف اختلاف لفظی ہے۔ چنانچہ  
ایک جگہ اپنے رسائل میں اس قسم کی تطبیق کر کے آخر میں بطور  
شکر یہ فرماتے ہیں الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین  
البحرین و مصطلحاً بین الفریقین۔ آپ نے اپنے آپ کو  
”صلہ“ فرمایا۔ اب اس کے ساتھ جمع الجوامع امام سیوطی کی  
حدیث یكون فی امتی سرجل یقال لہ صلۃ بین خیل  
الجنة بشفاعتہ کذا و کذا۔ بھی ملاحظہ کیجئے تو نتیجہ  
ظاہر ہے کہ اس میں کس قدر عظیم الشان بشارت اور حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مصداق ہونے کی وجہ سے سراپہ  
فخر و شکر ہے۔ چنانچہ مولانا ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے زیۃ المقامات  
میں لکھا بھی ہے کہ ایک عالم کے ساتھ اس سلسلہ میں میری گفتگو  
ہوئی، اور جمع الجوامع کی یہ حدیث دکھا کر میں نے اس کو خاموش  
کر دیا۔ اور جب حضرت مجدد کے سامنے میں نے سارا واقعہ  
بیان کر دیا۔ تبسم فرمودند و شکرانہ آں را بہ زبان آوردہ در حق  
ایں بندہ التفات فرمودند۔ ۵۰

آپ فرمایا کرتے تھے ”شریعت وادیم کہ در کوفہ ما فرد  
آندہ چنانچہ کاروانے در سرانے فرود آید۔“ میں نے شریعت کو  
دیکھا کہ ہمارے کو چہ میں یوں اتر آئی ہے جس طرح کسی سرائے میں  
کاروان اتر پڑے۔ اویسی وجہ تھی کہ شریعت کے اسرار و رموز اور



اصول و فروع کو اس خوبی و خوش اسلوبی سے مکتوبات میں درج فرمائے کہ پڑھتے ہوئے اس کی ہر بات دل میں اترتی اور گھر کرتی جاتی ہے۔

تشابہات اور حروف مقطعات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہاں یحلم تاویلہ الا للہ کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہیں دیا۔ راسخون فی العلم اس پر ایمان لاتے اور اس کو من عند اللہ ہی یقین کرتے ہیں۔ لیکن بعض علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تشابہات کا علم راسخین فی العلم کو بھی مرحمت فرمایا۔ اور ما یحلم تاویلہ الا للہ والہا راسخون فی العلم۔ اللہ تعالیٰ اور راسخون فی العلم تو جانتے ہیں، ان کے سوا اور کسی کو علم نہیں۔ پس جن جن حضرات پر اللہ تعالیٰ نے تشابہات کے علم کے دروازے کھول دیئے وہی راسخین فی العلم ہونگے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ:

ابن فقیر تا مدتہا ستر تشابہات یہ فقیر عمرہ تک تشابہات راسخون فی العلم حضرت حق سبحانہ قرآنی کے راز کا سمجھنا حضرت می ساخت و علمائے راسخین حق سبحانہ کے علم کی طرف راغیر از ایمان یہ تشابہات مفوض کرتا رہا۔ اور یہ سمجھتا نصیب نے یافت و تاویلات رہا کہ علمائے راسخین کو ایمان کہ بعض علمائے صوفیہ بیان کردہ تشابہات کے سوا اور کوئی اندہ آئنا رائق آن تشابہات حصہ حاصل نہیں۔ اور جو نمی دانست۔ و آن تاویلات را تاویلین بعض صوفیہ بیان از اسرار یکہ قابل استمداد باشد کہ یکے میں انکوان تشابہات تصور نمی کرد۔ چنانچہ عین القضا کے لائق نہیں سمجھتا تھا۔ اور ان از الف لام میم خواستہ کہ بمعنی تاویلات کو قابل استمداد اسرار و دانست کہ لازم عشق است میں سے تصور نہ کرتا تھا۔

و امثال آن۔ آخر کار چون حضرت چنانچہ عین القضا نے الف حق سبحانہ یہ محض فضل شہ لام میم سے الم بمعنی درد از تاویلات تشابہات را بریں لیا ہے۔ جو کہ عشق کے فقیر ظاہر ساخت و بعد از ان ساتھ لازم ہے۔ یا اس دیا تاویلات میں استمداد جیسی اور مثالیں۔ آخر کار اس میں ممکن کشادہ گردانید جب حق تعالیٰ نے محض اپنے دانست کہ علمائے راسخین فضل و کرم سے تشابہات کی راز تاویلات تشابہات و تاویلات میں کچھ حصہ مجھ فقیر پر ظاہر مقطعات نصیب و فراست فرمایا۔ اور اس محیط۔ بے کس دیا سو اس میں کی استمداد کی زمین پر ایک دعدہ للمقامات ۱۹، نامی کھولدی تو جان لیا کہ تشابہات و مقطعات کی تاویلات میں علمائے راسخین کو کافی حصہ حاصل ہے۔

زبدۃ المقامات میں اس کی پوری تفصیل لکھی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مخدوم زادگان کے اصرار پر مقطعات قرآنی کے اسرار کی توضیح کے لئے متوجہ ہو گئے۔ اور صرف ایک حرف ق کے متعلق اظہار کی اجازت ملی تو اس کو بیان فرمایا جس سے سامعین ششدد و حیران رہ گئے۔ اور آپ نے مخدوم زادگان کو اس کے اظہار سے پھر منع فرمایا لے

درجہ نبوت کی عظمت آپ نے ذکر اول کے مکتوبات میں اس

مسئلہ کی خوب بہترین تحقیق کی ہے۔ کہ کوئی اگر چہ صحابی ہو اور انتہائی بلند مراتب پر فائز ہوا ہو، لیکن کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا حضرت صدیق اکبر کہ افضل بشر است بعد انبیاء سراد ہمیشہ زیر قدم پیغمبر سے باشد کہ او پایاں تر جمیع پیغمبران است۔ مسئلہ کو مدلل و محقق کرنے کے بعد تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

بصابت اللہ سبحانہ علوم و معارف و رنگ یاران نیساں  
اللہ تعالیٰ کی عنایت و کرم سے علوم و معارف اور بہاری کی  
مے ریزند و بر عجا ئب غرائب بارش کی طرح بر سنے رہتے  
اسرار اطلاع مے بخشہ مہمان ہیں۔ اور عجیب و غریب  
ایں راز فرزند ان گرامی اند علی اسرار پر اطلاع حاصل ہو  
قد سہ الاستعداد یاران جایا کرتی ہے۔ فرزند ان  
دیگر چند روز در حضور اند ارجمند صرف اس راز کے محرم  
و چند روز دیگر در غیبت۔ و پردہ دار ہیں اپنی اپنی استعداد  
کے اندازہ پر۔ و سر دوست  
اجاب چند دن تو حضور میں ہوتے  
ہیں اور چند دن پھر غائب ہوتے  
ہیں۔

عنایت آتی سے علوم و معارف کی بارش کی  
برکت سے نکتہ سے نکتہ اور بات سے بات نکالی جا رہی ہے۔ فیض  
و تشیع کی تردید کے لئے اس فضا میں مدح صحابہ کی زیادہ  
ضرورت تھی۔ اس اہم الواجبات کو ہر مکتوب میں ملحوظ رکھتے  
ہیں۔ بیان بھی جب حضور و غیبت کا ذکر آیا، دونوں کے  
مدارج کے تفاوت کا بیان ہوا تو اس پر تفریح فرماتے ہیں:-  
ازینجا گفتہ اند کہ ہر چند اسلئے علماء کرام نے دلائل خارج،  
ولی ولی باشد اما بر تہ فرمایا ہے کہ ہر چند ولی ولی ہوتا  
مخارجی نرسد۔ دچہا ہے اور بڑے درجہ کا ہو لیکن  
کہ اورا شرف حضور کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ  
سکتا۔ کیونکہ صحابہ کو شرف  
حضور حاصل ہے،

مسئلہ فضا و قدر: تقدیر کا مسئلہ علم کلام کا  
ایک نہایت پیچیدہ اور  
معلق مسئلہ ہے۔ اور اسی کے بارہ میں کہا گیا ہے ۵

کہ کس نکشود و نکشاید حکمت میں معما۔

اس کی ایسی جامع و مانع تقریر جس سے مسئلہ کی پوری تفہیم  
ہو سکے اور حقیقت بالکل کھل جائے ناممکن ہے۔ حتیٰ کہ بعض  
علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ روز قیامت بھی اسکی پوری  
حقیقت مستور ہے گی۔ اور عقدہ حل نہ ہوگا۔ لیکن ہر زمانہ کے  
علمائے را سخین نے پھر بھی کوشش کی ہے کہ جہاں تک  
بشری علم و کمال کی دست رسی ہے، سمجھانے اور ذہن  
نشین کرنے کی سعی ہو جائے۔ اس مسئلہ قضا و قدر کے بارے  
میں حضرت مجدد کا ایک مکتوب ۲۸۹ قراول میں مولیٰ خدا  
بد الدین صاحب کے نام موجود ہے جو در حقیقت ایک  
مستقل رسالہ ہے جس میں حضرت مجدد نے مذا رب یا طلع قدر  
و جبرۃ کی تردید لائل عقلی و نقلی سے کر کے مذہب اہل حق اہل  
السنۃ و الجماعۃ کی ایسی تقریر کی ہے جس سے ذوق سلیم کھنے  
والے حضرات کی تشنہ کامی دور ہوتی اور تسکین ہو جاتی  
ہے۔ اور سلیم الفطرت ذہینوں کو حقیقت کی ایک جھلک  
سی نظر آنے لگتی ہے۔

فلاسفہ کی تحقیق و تجلیل: مذہب اسلام کے صاف  
اور سیدھے سادے فطری

عقیدے عام لوگوں کے دلوں میں خود اثر انداز ہوا کرتے تھے۔ لیکن  
جب تیسری صدی میں فلاسفہ یونان کی کتابوں کے تراجم عام ہو  
گئے تو ان کے باطل خیالات کی آمیزش سے اس چشمہ صافی کو  
مکد کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔ ان خلفیات اور اٹکل محو  
باتوں کو معقولات اور قطعیات قرار دیکر مذہب کی تاویلات  
کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور معتزلہ و غیرہ فرشتے دین میں  
رخنہ اندازی کے لئے پیدا ہو گئے۔ اور اسی عقلیت کا اثر  
آج تک ہے کہ اپنی محدود عقل اور محدود دانست میں جو چیز  
آج کے اس کی تاویل و انکار کے لئے طہدین خود آمادہ ہو جاتی

مکن است مرا عطا فرمودند۔ بہ وراثت و تبعیت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پران محقق ساختند۔ و اگر خواہم آزار بہ مقتدا معقولہ معقول مستعان غنائم۔ بہ نہجے بیان فرمودند کہ مستحق معلوم نمودند۔ ۱۷

علم کلام میں اس اجتہاد ہی شان اہل کمالی علم و فضل کی وجہ سے آپ نے مختلف پیچیدہ مسائل کی نادر تحقیق کی جو بعض مسائل حقہ کی تائید و تقویت کے لئے ایسے ایسے مضبوط براہین عقلیہ و نقلیہ پیش کئے ہیں، جو آپ سے پہلے کسی نے بیان نہیں فرمائے۔ اور بعض اختلافی مسائل میں بہترین تطبیق دیگر اہل حق کے نزاع کو اختلاف لفظی قرار دیکر معاملے کو بے خیار کر دیا ہے۔

چنانچہ شواہق جبال پر بسنے والوں کی بڑا ہزارا کے بارے میں حضرات اتزیدیہ اور اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا باہمی مشہور اختلاف ہے۔ آپ نے دفتراول کے مکتوب ۲۵۹ میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ طرفین کے دلائل بیان کرنے اور محمدی الدین بن العزنی کے مسلک کا ذکر کرنے کے بعد ان تمام اقوال وادعٰ کی تزییف و تضعیف کی ہے۔ اور آخر میں اپنا مختار مسلک یوں تحریر فرماتے ہیں، کہ یہ لوگ نہ جنتی ہوں گے اور نہ دوزخی۔ بلکہ دیگر حیوانات، غیر مکلف کی طرح میدان محشر میں استیفائے حقوق اور تعذیب و عقاب کے بعد ان کو معدوم مطلق اور لاشیٰ محض کیا جائے گا۔ حضرت مجدد اپنی اس نالی تحقیق کے متعلق فرماتے ہیں: ۱۸ میں مسئلہ راپوں در محضر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عرض نمودہ آمد ہمہ تصدیق فرمودند و مقبول داشتند۔ و العلم عند اللہ سبحانہ! آپ نے اسی مکتوب میں دار الحوب کے مشرکین کے بچوں اور زمانہ قترت رسل کے مشرکوں کا بھی یہی حکم فرمایا ہے۔ اور اپنے اس مسلک کے اثبات کے لئے آپ نے

ہیں۔ اکبری دور میں ابو الفضل اور فیضی اس فلسفہ یونان کے عالم و فاضل ہونے اور معقولیت کے بل بوتے پر لوگوں کو مرحوب کر کے مدین اکبری کے لئے راستہ صاف کرتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک شاندار کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے علمی فضل و کمال سے ان روشن دماغوں کے اس ڈھسول کا پول کھول دیا۔ اور انکی سحر کاریوں کی حقیقت کھول کر علمی رعب و دہشت کو خاک میں ملا دیا۔ اور فلسفہ کے متعلق ثابت کیا کہ یہ سب اٹکل کے تیر ہیں۔ اور سب رجماً بالغیب اور ناقابل اعتماد شئی ہے۔ اس کی کوئی بات علم کلام کے لئے جانی کی مستحق نہیں۔

اور نہ وہ نجات کے لئے ذریعہ بن سکتی ہے۔ فلاسفہ یونان اور ان کے متبعین کی خوب تحقیق و تجسس کی۔ ابو الفضل کو چند مناظر میں خوب رسوا اور شرمندہ کیا۔ اور مختلف مکاتیب میں بھی موقع موقع پران کے مسائل کا تار پود بکھیر دیا۔ چنانچہ دفر سوم کے مکتوب ۲۳ میں جو خواجہ ابراہیم قبادیانی کے نام ہے، آپ نے علوم انبیاء کی حیثیت و واقعیت، اتقان و قطعیت، پر خوب بحث کر کے فلاسفہ کے مزموعات کی خوب تردید فرمائی۔ مکتوب کافی طویل ہے اور اسی سلسلہ میں یہ شعر بھی زیب قرطاس فرما گئے ہیں ۱۹

فلسفہ چون اکثرش باشد سفسہ پس کل آن

چم سفسہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ

چند نادر تحقیقات: ۱۷ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت

حضرت مجدد کو بشارت دی گئی تھی، کہ آپ علم کلام کے مجتہد ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مکتوب میں اس کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

اور نیز آپ کے خصائص عقلی میں سے یہ بھی ہے کہ وصال

کے قریب وقت میں آپ نے فرمایا، ہر کلمے کے در نوع بشر



دلائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ اور انبیاء و کرام کی "نظر کشی میں" تصدیق و تائید بھی ذکر فرماتے ہیں۔ اور سرزمین ہند میں انبیاء و کرام کی بعثت اور ان کے قبور کا بھی تذکرہ اسی مکتوب میں موجود ہے۔

**زیادت و نقصان ایمان** "ایمان" کیا گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟ علم کلام

کا ایک مشہور اور محرکہ الہامی مسئلہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں، الایمان لا ینزید ولا ینقص۔ اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں، الایمان یمیزل و ینقص۔ متکلمین اسلام اپنی تصنیفات میں اس مسئلہ کو لیکر خوب تشریح کرتے ہیں۔ اور جانہین کے دلائل اور کسی جانب کی ترجیح و تقویت کیا کرتے ہیں۔ جس سے بظاہر ہر ہی معلوم ہوتا ہے، کہ اہل السنۃ و الجماعت کے اہل حق گروہ کے درمیان بھی ایک اصولی اختلاف حقیقی ہے۔ حضرت مجدد و قراول مکتوب ۱۹۷۷ء میں جو نواب عبداللہ اور نواب عبید اللہ صاحبزادگان حضرت نوابہ باقی باللہ کے نام عقائد اہل السنۃ و الجماعت کے متعلق ایک طویل مکتوب بلکہ ایک ضخیم رسالہ ہے۔ اس مسئلہ کو بھی ذکر فرماتے ہیں۔ نقل مذاہب کے بعد ایک بہترین طریقہ پر رفع اختلاف کی کوشش کرتے اور نزاع کو صرف لفظی اور ظاہری قرار دیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اصل میں تو ایمان نام اس یقین و تصدیق قلبی کا ہے جس میں کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مگر ہاں اعمال صالحہ اس یقین و تصدیق میں انجلاء اور روشنی پیدا کرتے ہیں۔ اور اعمال غیر صالحہ اس یقین کو مکتدہ کیا کرتے ہیں۔ پس کمی بیشی اس یقین کے اس انجلاء کے اعتبار سے تو ہوا کرتی ہے، نفس یقین میں زیادت و نقصان نہیں ہوتا۔ مثلاً دو آئینے ایسے ہیں جن کے درمیان انجلاء و نورانیت کے اعتبار سے تفاوت ہے۔ ان دونوں کو سامنے رکھ کر اگر کوئی شخص یوں سمجھے کہ دونوں آئینے برابر ہیں، فرق صرف

انجلاء کی کمی بیشی میں ہے۔ تو یہ بھی صحیح ہے۔ بلکہ شخص ثانی کی نظر زیادہ صائب ہے کہ وہ شئی کی حقیقت تک پہنچ گئی۔ اور شخص اول کی نظر صرف ظاہر حال پر مقبوض ہے۔ وہ صفت میں رہی، ذات کی طرف نہ پہنچ سکی۔ فاسر تفع الاختلاف بین الاقوال۔

آگے کچھ مثالیں دیکر مسئلہ کو خوب ذہن نشین کیا جائے اور اس بہترین تحقیق سے اہل حق کے مقاصد کی خوب وضاحت فرمائی۔ اور اسی طرح اسی مکتوب میں علم کلام کے مسئلہ اناموین حقاً اور اناموین انشاء اللہ کے اختلاف کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ بھی نزاع لفظی ہے۔ مذاہب اول باعتبار ایمان حال و مذاہب ثانی باعتبار مال امانتانی از صورت استثناء اولی و احوط است کمالاً یخفی علی المذنب۔

اس سائے مکتوب میں جو ایک "عقائد نامہ" ہے۔ آپ نے اہل السنۃ و الجماعت کے عقائد کو جس بہترین ترتیب کے ساتھ عام فہم اور دل نشین پیرایہ میں ذکر کر کے مفقادات کو نہایت آسان کر دیا ہے، وہ درحقیقت ایک مجدد ہی کا کام ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کمال علمی نام اس کا ہے سنگ راموم کرد۔ قال اصدق القائلین فانما یسرناہ بلسانک لتبشیر بہ المتقین وتنفیس بہ قومالدا۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔

## تاریخِ غابر

## چند تاریخی جوابہرینے

(مولانا سیّد سیاح الدین صاحب کا تخیل)

تعلیم مذہبی کی اشاعت: احادیث کی تدوین و ترتیب کے بعد

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کی طرف توجہ کی۔ اور قاضی ابوبکر بن خرم کو فرمایا کہ:

ولیفشو العلم و یجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یهلك حتی یکون سوا۔ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک کہ وہ راز نہ بن جائے۔

ایک اور عامل کے نام تحریر کیا۔

اما بعد فامراہل العلم ان یلشرو العلم فی مساجدہم فان السنۃ کاقت قدامتیت مردہ ہو چکی ہے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۲)

صرف یہ نہیں کہ اہل علم کو امر کیا جائے کہ مسجدوں میں بیٹھ کر درس دیں، بلکہ ان کی خبر گیری کو قبیح نہ ہو۔ بلکہ جو اہل علم مسجدوں میں اس مقدس کام کے لئے بیٹھ گئے ان کو نکر و عاشر اور ضروریاتِ زندگی سے بالکل بے نیاز کر دیا۔ چنانچہ

محض میں ہو علماء تھے، ان کی نسبت وہاں کے گورنر کو لکھا: انظر الى القوم الذين نصبوا انفسهم للفقہ آپ کو فقہ کی تعلیم کے لئے وقف و حبس و ہوا فی المسجدین کر دیا ہے، ان میں سے ہر ایک طلبہ لایا فاعط کل جیل کو جس وقت میرا یہ خط پہنچے منہم ما تدرینا سراً بیت المال سے سو سو دینار دو۔ یستعینون بہا علی ما تاکہ وہ کفاف سے بے پردہ ہوں علیہ من بیت مال ہو کر اپنی اس حالت کو دل جمعی المسلمین بحین یا قیلک سے قائم رکھ سکیں۔ کتابی ہذا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۲)

ان کو علماء کی فراخ خاطر اور جمعیتِ قلب کا اس قدر خیال تھا۔ کہ ہر ممکن تدبیر سے ان کی ضروریات پورا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں بہت سے محدثین و فقہاء کے ساتھ امدادیں کرتے رہے۔

..... مذہبی تعلیم کی ترویج و اشاعت کا طریقہ ہی یہی ہے کہ اس سلسلہ میں خاص اہتمام اور پوری توجہ سے کام لیا جائے۔ اور اہل علم کو صرف مدارس و مساجد میں تعلیم و تدریس کے لئے بٹھانے کا حکم نہ ہو، بلکہ ان کی ضروریاتِ زندگی کے مصارف پورا کرنے اور جمعیتِ خاطر کا بھی مناسب انتظام ہونا چاہیے۔ جب فقہ کی تعلیم کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے والوں کو صدر اول اور غیر القرون میں اس حالت کے قائم رکھنے کے لئے سو سو دینار کی ضرورت تھی، تو اس پودہ ہویں صدی میں

کیوں اہل فقہ کو فرشتوں کی طرح ضروریات خود و نوش اور لوازمات زندگی سے مستغنی سمجھا جا رہا ہے ؟

آج کل بہت سے متعدد اہل دین اپنی مذہبیت کا ثبوت دینے کے لئے علماء پر برس پڑتے ہیں۔ کہ علماء رستہ ہیں۔ مذہبی تعسیم کی عام اشاعت مفت کیوں نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس ! بیشک العلم فی مسلک اہل ہم کی صداقتیں تو وہ دے لے جاتی ہیں۔ مگر اعط کل ساجل منهم ما لہ دینار کہنے کی تو کیا، دینار واحد ! کہنے کی بھی جرأت کسی میں نہیں۔

خلفائے راشدین کے دور خلافت میں سب سے زیادہ روشن زمانہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے سیاسی متزل میں قدم رکھا، تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہی کے نقش قدم کو چراغ راہ بنایا۔ چنانچہ اس کے متعلق سالم بن عبد اللہ کو ایک خط لکھا، جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں :

وقد ایت ان اسیری فی میں چاہتا ہوں کہ رعایا کے النام بسیرۃ عمر بن معالے میں حضرت عمر الخطاب رضی اللہ عنہ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روش اختیار کروں۔

ذلک واستطعت الیہ بشرطیکہ یہ خدا کو منظور ہو سبیلًا۔ فابعث الی اور میں اس پر قادر ہو جاؤں۔

بکتب عمر وقضاۃ آپ میرے پاس حضرت فی اہل القبلة و اہل عمر رضی اللہ عنہ کی تحریریں

العہد فانی متبع اثرہ اور ان کے فیصلے جو انہوں و سائر بسیرہ ان شاء نے مسلمانوں اور ذمیوں کے

اللہ تعالیٰ۔ متعلق کئے ہیں بھیج دیں۔ اگر (میرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ) خدا کا کو منظور ہوگا، تو میں

ان کے قدم پر چلوں گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانہ میں فقہاء کے نامازگار ہونے کا وہ جسے سنت فاروقی کے موافق نظام خلافت چلانے میں مشکلات کا سامنا ہوا۔ مگر اس مرد خدا نے ان مشکلات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنا نظام حکومت اسی بنیاد پر قائم کیا۔ جس پر محد خلافت راشدہ میں قائم ہو چکا تھا۔ اسی بنا پر بعض محدثین نے انکو اسی سلسلہ کی ایک کڑی خیال کیا ہے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری کا قول ہے، کہ خلفاء پانچ ہیں۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور محمد العزیز۔

(ابوداؤد کتاب السنۃ)

حقیقت میں خلفائے راشدین کا زمانہ خلافت اور اور ان میں سے پھر خاص کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور ایک ایسا دور گزر رہا ہے کہ جس کسی کو تا قیام قیامت اس زمین پر حکومت الٰہی قائم کرنے کا ارادہ ہوگا اس کو خواہ مخواہ اسی نقشہ پر کام کرنا ہوگا۔ اور اس کو ضرور یہ ہانگی دہل ہی اعلان کرنا ہوگا۔ اسیر فی الناس بسیرۃ عیسیٰ بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ اور انی متبع اثرہ و سائر بسیرہ۔ اور جو کوئی بر سر عام اس اعلان کی جرأت نہیں کر سکتا، کہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر نظام حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اور پھر وہ حکومت الٰہیہ کے قیام کسے سعی و کوشش کیلئے کا دعویٰ دے ہو، تو سمجھ لیجئے کہ اس قول میں مزید تناقض ہے۔

اسلامی عدل و انصاف : ایک بار مسلمہ بن عبد الملک بن مروان

(خانمان شاہی کے فرد) اور دیر اسحاق کے چند ذمی حضرت



عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں فریق مقدمہ کی حیثیت سے آئے تو مسلمہ اگر فرش پر بیٹھ گئے، اور ذمی بیچائے کھڑے رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا، تو بولے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہیں اپنے فریق کے برابر کھڑا ہونا گوارا نہیں ہے تو کسی کو وکیل کر دو۔ مسلمہ نے ایک شخص کو وکیل کر دیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مقدمہ کو ان کے خلاف فیصلہ کیا۔ (سیرت عمر ص ۱۳۸)

۲، اسی طرح جب ہشام بن عبدالملک (خاندان شامی کا ایک فرد جو بعد میں خلیفہ بھی ہوا ہے) پر ایک عیسائی نے مقدمہ دائر کیا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسکو اپنے فریق کے برابر کھڑا کیا۔ ہشام نے عیسائی کے ساتھ سخت کلامی شروع کی۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ڈانٹا، اور سزا دینے کی دھمکی دی۔ (رسائل شبلی، کتاب الصیون والحدائق ص ۱۷) شریعت اسلامی کے عدل و انصاف اور رعایا کے درمیان مساوات کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے۔ حکومت الٰہیہ کے نظام میں غیر مسلموں، ذمیوں اور زیر دستوں کے ساتھ یہی منصفانہ اور عادلانہ برتاؤ ہی ان کے قلوب کو مسخر کرتا تھا۔ اور وہ دل سے چلتے کہ اسی حکومت کا یہ قانون نافذ ہے۔ اسی قانون ہی کی ماتحتی میں ان کی جان و مال، آبرو و عزت کی حفاظت ہوتی تھی۔ اب بھی اگر صحیح معنوں میں اسلامی حکومت یعنی الٰہی نظام قائم ہو جائے تو تمام بنی نوع انسان کو امن و چین کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔ کاش! بھولا ہوا انسان اپنی جلائی کی خاطر اس نعمت عظمیٰ محصول کے لئے پھر جدوجہد شروع کرے۔

حکومت علم کے دروازے پر ۱۹۵۶ء میں خلیفہ ہارون الرشید

امین اور امامون اپنے دونوں شہزادوں کو لیکر چ کے لئے آیا۔

ہارون الرشید نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ موٹا کی اطلاع کیے خود اپنے دربار میں طلب کیا۔ امام صاحب نے بدستور انکار کیا۔ اور خود موٹا کے بغیر تشریف لائے۔ رشید نے شکایت کی۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا، ہارون الرشید! علم تیرے گھر سے نکلا ہے۔ خواہ اس کو ذیل کر خواہ عزت سے۔ ہارون الرشید متاثر ہوا، محمد امین اور عبداللہ امامون دونوں شہزادوں کو لیکر مجلس درس میں حاضر ہوا۔ وہاں طلبہ کا عام ہجوم تھا۔ رشید نے کہا، اس بھڑکے لگ کر دیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا، "شخصی فائدہ کے لئے عام افادہ کا خون نہیں کیا جاسکتا۔ ہارون الرشید مسند پر بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا، "امیر المؤمنین تو اضع پسندیدہ ہے۔ ہارون نیچے اتر گیا۔ (حیات امام مالک ص ۶۳)

یہ ہے علم و علماء کی شان استغناء و خود دہائی، اکابر نے علم کی عزت یوں باقی رکھی، اور ہارون جیسے خلیفہ کے سامنے اس کو ذلیل اور بے قدر نہ ہونے دیا۔ کیا بے نظیر چلہ ہے؟ شخصی فائدہ کے لئے عام افادہ کا خون نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کا اثر تھا کہ ہارون الرشید با صد شہمت و شوکت امام مالک کی مجلس درس میں خود حاضر ہوا۔ شہزادوں کو شاگردوں کی صف میں لاکر بٹھایا۔ مسند نشینی کو چھوڑ کر نیچے عوام کی جماعت میں خود بھی بیٹھ گیا۔ حکومت علم کے دروازے پر آئی۔ امیر کی فاقی کے سامنے جھک گئی۔ درحقیقت ایسے علم و عمل والے گداہی ہوتے ہیں، جو کہ ہر مہ ناز بر ملک و حکم پرستار اکسند

بادشاہ کی نیت کا اثر علیہ کے اموال پر

الترغیب والترہیب اور بیہقی کی کتاب شعب الایمان کے حوالہ سے علامہ دمیری حیاۃ النبیون میں نقل کرتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بادشاہ اپنی مملکت میں سیرہ سیاحت کی غرض سے خفیہ لباس میں اپنے شہر سے نکلا۔ جا کر ایک شخص کے ہاں حمان ہوا۔ رات کو اس شخص کی گائے پر گاہ سحر واپس آئی تو اس شخص نے اس سے تیس گایوں کی مقدار میں دودھ دوہ لیا۔ بادشاہ کو بہت تعجب ہوا۔ اور دل میں یہ ارادہ پک کر لیا کہ یہ گائے میں اس سے چھین لوں گا۔ کل کو جب پھر وہ گائے پر گاہ چلی گئی اور شاام کو واپس آئی تو دوہتے وقت آج اس کا دودھ کل سے نصف حاصل ہوا۔ بادشاہ نے اس کے مالک سے پوچھا کہ دیکھا ہے کہ آج کا دودھ کل سے نصف ہے۔ کیا آج گائے اس پر گاہ میں سے چر کر نہیں آئی، جہاں کل چرنے لگی تھی؟ مالک نے جواب دیا، بلکہ تو بالکل وہی ہے۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ آج ہمارے ملک کے بادشاہ نے شاید اپنی رعایا کے کسی شخص کے ساتھ ظلم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے بدیہی کے اثر سے یہاں ہماری گائے کا دودھ گھٹ گیا۔ اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ بادشاہ جب ظلم کرتا ہے یا ظلم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو سارے ملک سے برکت چلی جاتی ہے۔ دہاں جہاں فرماتے ہیں، کہ بادشاہ نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اس گائے کو چھینوں گا، نہ اور

کسی پر ظلم کروں گا۔ (فرماتے ہیں، کہ دوسرے جب وہی گائے پر گاہ سے واپس آئی اور اس کا دودھ دوہ لیا گیا، تو اسی مقدار پر نکلا جس قدر کہ روز اول نکلا تھا۔ بادشاہ نے اس واقعہ سے عبرت حاصل کی۔ اور کہا کہ واقعی بادشاہ جب ظلم کرتا یا ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو برکت چلی جاتی ہے۔ میرا تئہ ضرور عدل و انصاف سے کام لوں گا۔ اڈ ایسی حالت پر رہوں گا جو بہترین اور مفید حالت ہو۔ (جلد اول صفحہ ۲۶)

یہ صرف افسانہ نہیں، حقیقت ہے۔ ماسی ملک کی بدیہی، غریب رعایا اور نادار باشندگان ملک کی لوٹ گھسٹ اور یہ لطائف الجیل بھوکوں کی، وٹی پھیننے کے بارادے تمام ذرائع پیداوار دولت میں بے برکتی پیدا کرتے ہیں۔ جب محکوموں کی لہلہاتی ہوئی کھیتوں کو دیکھ کر حاکم یہ سوچنے لگتا ہے کہ خواہ ان بیچاروں کے بچے فاقوں میں۔ لیکن اس پیداوار سے میں اپنے سٹور اور گودام بھردوں گا۔ تو ان سبزہ زاروں پر نحوست چھا جاتی ہے۔ برکت کا فود ہو جاتی ہے۔ اور آفات ارضی و سماوی سے فصلیں تمام تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ حاکم سے مطالبہ ہوتا ہے، بار بار ہوتا ہے اور شدت سے ہوتا ہے کہ میں تمہارا دلی، راسی، سرکار اور جان و مال کا محافظ ہوں۔ کہ کچھ میری شکم سیری کے لئے سامان۔ اور میری جوع البقر کے لئے مناسب شان انتظام۔ جس محکوم کو اپنے پیٹ کیلئے نان جو میں میرٹ ہو سکا ہو، بدن کے لئے گائے کے کپڑے مینا نہ ہوئے ہوں، بچے اس کے سامنے بھوکے پیاسے تڑپتے ہوں، بھلا وہ کسائی سے اپنے آقا کے لئے پلاٹا دیا کرے یا ایک

پیشری کے لئے گندم اور مکھن دستیاب کر کے اس کی تواضع کرے۔ وہاں سے شدید مطالبہ اور یہاں بے بسی اور بے چارگی کی وجہ سے انکار۔ نتیجہ کیا ہو گا؟ بد امنی، پریشان حالی، فسادات، گزیر اور افراق فری۔ جس کسی بادشاہ کو منظور یہ ہو کہ ملک با امن ہے، بابرکت ہے، خوشحال ہے اور فضا پر سکون ہو، وہ اپنے ارادوں کو بدل سے عدل و انصاف سے کام لے اور رعایا کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔

دھوکہ دہی اژدھا کی شکل میں علامہ دھیری

میں بقیہ کی کتاب شعب الایمان سے نقل فرماتے ہیں۔

عبدالحمید بن محمود کہتا ہے کہ میں حضرت

عبداللہ بن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ

ایک شخص آپ کے پاس آیا، اور کہنے لگا،

کہ ہم کچھ لوگ حج کے لئے آئے ہیں۔ جب ہم

مقام صفاح میں پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی

کی وفات ہو گئی۔ جب ہم نے اس کے لئے

قبر کھودی تو اس میں ایک عظیم الشان اژدھا

دیکھا کہ اس نے تمام ہمد کو گھیر لیا ہے۔ ہم نے

اسکو چھوڑ کر دوسری قبر کھدوائی۔ وہاں بھی

یہ دیکھا کہ ایک بہت بڑے اژدھا نے ساری

لہو کو گھیر لیا ہے۔ اس کو چھوڑ کر ہم نے اس

کے لئے تیسری قبر کھودی۔ وہاں بھی یہی

محالہ ہوا، کہ بہت بڑا اور سخت کالا سانپ

لحد میں موجود ہے۔ اب ہم حیران ہو گئے،

اس کو وہیں چھوڑ کر اب آپ کے پاس حاضر

ہوئے ہیں کہ اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ اژدھا نہیں بلکہ یہ اس کا عمل ہے جو دنیا کی زندگی میں وہ کر رہا تھا۔ اب اژدھا کی شکل میں متمثل ہو کر قبر میں پہنچ گیا ہے۔ چلو اس کو ان قبروں میں سے ایک قبر میں دفن کرو۔ اللہ کی قسم تم زمین میں جہاں کہیں اس کے لئے قبر کھودو گے یہی سانپ ہی نکلیں گے وہ شخص گمنا ہے، ہم اس مرد کو ایک قبر میں ڈال کر دفن کر دیا۔ جب ہم سفر سے واپس وطن چلے آئے، ہم نے اس کی بیوی سے جا کر اس کے متعلق پوچھا کہ وہ کونسا نا جائز عمل کیا کرتا تھا؟ کہنے لگی کہ میرا خاوند غلہ فروخت کرنے کا کام کرتا تھا۔

خرید و فروخت میں، صنعت و حرفت میں اور دیگر

معاملات میں دھوکہ دینا، خایع و فریب سے کام لینا بدترین

برم ہے۔ انسانیت کے خلاف اخلاق کے لئے بدناما داغ، اور ستر

مطہرہ کے نزدیک سخت ترین گناہ ہے۔ تمام بد اخلاقیوں، تمام

معصیتوں، خلاف شرع امور کی سزا کا ملنا یقینی ہے۔ دنیا دار الجزائر

نہیں دار العمل ہے۔ یہاں اگر خود کسی کی گرفت نہ ہو جائے تو وہ ہاں

پر مغرور نہ ہو بلکہ اس کو ڈھیل دی جا رہی ہے۔ دار آخرت دار الجزائر

ہے، تمام سیاہ و سپید، نیک و بد اور اچھے برے کا قطعی فیصلہ

وہاں ہوگا۔ بروں کو سزا، اور اچھوں کو ثواب وہاں ملے گا۔ لیکن

قبر بھی تو اول منزل من منازل الآخرۃ۔ آخرت کی منزلوں

میں سے پہلی منزل ہے۔ اس دار الجزائر کے جانے والے رستہ پر سوال

و جواب کی پہلی چوکی ہے۔ اس ملک کو جانے والوں کو اس پہلی سڑک پر

کے لئے، ڈرنے والے دلوں کی تربیب کے لئے، کسی کی بد عملی کو اس کی قبر میں اڑد ہے کی شکل میں متشکر کر دے تاکہ زندہ اور غافل انسان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کے عبرت پذیر ہوں۔ غرض روایت دیکھ کر وہ وکد کی ضرورت نہیں۔ فکر اس کی کرنی چاہئے، کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں۔ برے اعمال، برے اخلاق سے اپنے نفوس کا تزکیہ کرائیں۔ گزشتہ اعمال پر توبہ و ندامت اور آئندہ کے لئے احتیاط و تقویٰ کا عزم بالجزم +

نیک و منکرہ چوکیداروں پر وہ داروں کو سامنے ہو کر جواب دینا ہے۔ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے جس کے لئے ایمان کا شریکیت چاہئے۔ دوزخ کا گڑھا ہے اس بد بخت کے لئے جو ایمان اور عمل صالح کی سند سے خالی رہا۔ دارالجزاء کی اس پہلی منزل میں دھوکہ دہی کی محصیت اور فریب کاری کا گناہ اگر اڑد ہاکی صورت میں ڈسنے کے لئے پہلے سے موجود ہو تو اس میں تعجب کی بات ہو سکتے والی ایک بات ہے۔ اور روایت کہتی ہے کہ ہو گئی ہے۔ پھر انکار کرنے کی آفرودہ کیا؟ جو قادر و توانا خداوند تعالیٰ جنگلوں میں، غاروں میں ہزاروں سانپ پیدا کرتا ہے، اس میں تعجب کی کوئی بات ہے کہ وہ خدا عبرت گیروں کی آنکھیں کھولنے

بقیہ ص ۲۱: رہنما ہے۔ الصدقة علی المسکین صدقة و علی ذی الرحمہ اثنتان صدقة وصلۃ۔ طالبان علم دین ہی کی عمارت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمایا ہے۔ آپ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا، کہ تمام تمام آدمی تمہارے تابع ہیں۔ اور اطراف عالم سے آدمی دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آویں، تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں، کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)

اب دیکھنا ہے، کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کیسے کرتے ہیں۔

مہتمم دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ

بقیہ ص ۳۱: کن اعلیٰ ماسج پر پینچ مکتا ہے۔

نیز اسلام کے دامن سے یہ دھبہ بھی مٹا دینے کی کوشش کیجئے گا، کہ مذہب اسلام تھوڑا ہی کے ذریعہ پھیلا، اگر آپ نے اپنے رسول کی مکمل طور پر پیروی کی، تو پھر دیکھئے گا، کہ ہر جگہ کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر رہے گا۔ میں آؤں اس آیت مبارک پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں: ولیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (التوبہ ۳، ترجمہ) لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخشد؟ +

# مسائل قربانی

(ادامہ)

**قربانی کس پر واجب ہے** <sup>مسئلہ ۱</sup> جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے۔ اور اگر اتنا مال نہ ہونے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کر دیوے تو بہت کچھ ثواب پائیگا۔ **مسئلہ ۲**۔ مرنے پر دو چاند دن یا اس سے زیادہ کے امداد پر مکین ٹھہراؤ (موت پر) قربانی کرنا واجب نہیں۔

**مسئلہ ۳**۔ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد الدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں۔ نہ اپنے مال میں سے، نہ اسکے مال میں سے۔ اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو فضل ہوگی۔ لیکن اپنے ہی مال میں سے کرے۔ اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔ (دہلیہ صفحہ ۲۳۳)

**مسئلہ ۴**۔ کسی پر قربانی واجب نہیں تھی۔ لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا۔ اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔ (دہ مختار صفحہ ۲۳۳)

**قربانی کے جانور** <sup>مسئلہ ۵</sup>۔ بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ اونٹنی۔ اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے۔ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ ۶**۔ بکرا، بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں۔ جب پورے سال کی ہو تب درست ہے۔ اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں۔ پورے دو برس کی ہوں تب درست ہے۔ اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں۔

اور دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دے تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت پھر جیسے کے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہئے۔

**مسئلہ ۷**۔ جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا آنکھ کی تھائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو۔ یا ایک کان تھائی سے زیادہ کٹ گیا ہو۔ یا تھائی دم یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

**مسئلہ ۸**۔ جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے، پونچھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا، یا پونچھا پاؤں دکھتا ہے، لیکن اس سے چل نہیں سکتا۔ اس کی بھی قربانی درست نہیں۔ اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلتے میں اس سے سہارا لگتا ہے، لیکن لنگڑا کر کے چلتا ہے، تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی صفحہ ۲۳۳)

**مسئلہ ۹**۔ اتنا بلا بالکل مرے جانور جس کی پٹیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر اتنا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ ہرج نہیں۔ قربانی ہو سکتی ہے۔ لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی بہتر ہے۔ (عالمگیری صفحہ ۲۳۹)

**مسئلہ ۱۰**۔ جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر کچھ گر گئے لیکن زیادہ باقی ہیں تو درست ہے۔ **مسئلہ ۱۱**۔ جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں وہ بھی درست نہیں۔ اور اگر ہیں لیکن بالکل چھوٹے چھوٹے تو درست ہے۔ (دہ مختار)



**مسئلہ ۷۔** جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے، تو اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر بڑے ٹوٹ گئے ہوں تو درست نہیں۔

**مسئلہ ۸۔** خصی بکرے اور ینڈھے کی اور خارش جانور کی بھی درست ہے۔ البتہ اگر خارش کی وجہ سے لاغر ہو گیا ہو تو درست نہ ہوگی۔

**مسئلہ ۹۔** اگر جانور قربانی کے لئے خرید یا تب کوئی ایسا حیث پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دو سرا جانور خرید کر کے قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تو اس کے واسطے وہی جانور درست ہے۔ (در مختار ۲۳۳)

**مسئلہ ۱۰۔** اگر کوئی جانور کا بھن ہو تو اس کی قربانی بائز ہے۔ پھر اگر بچہ بھی زندہ بچے تو اس کو بھی ذبح کرنے (دشامی)،

**مسئلہ ۱۱۔** گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا حقیقہ کی ہو۔ صرف گوشت کھانے کی نہ ہو اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔ نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے، نہ اس کی جس کا ساتویں حصہ سے کم ہے۔ (د عالمگیری)

**مسئلہ ۱۲۔** اگر گائے میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے مثلاً پانچ یا چھ آدمی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہوگئی۔ اور اگر آٹھ شریک ہو گئے تو کسی کی درست نہیں۔ (د عالمگیری ۲۹)

**مسئلہ ۱۳۔** قربانی کے لئے کسی نے گائے خریدی۔ اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی اس گائے میں شریک کر لیں گے اور شرکت سے قربانی کریں گے۔ اس کے

بعد کچھ لوگ شامل ہوئے تو درست ہے۔ اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی تو اس میں کسی کو شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے، لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو جس نے شریک کیا ہے اگر وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے تو یہ شرکت درست۔ اور اگر غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں تھی تو درست نہیں۔

(د عالمگیری ۳۰)

**مسئلہ ۱۴۔** اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا، اس لئے دوسرا خریدا۔ پھر وہ پھل گیا۔ اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا، تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے۔ اور اگر غریب ہے تو دونوں کی واجب ہوگی۔ (دایہ ۳۱)

**قربانی کا وقت** { **مسئلہ ۱۵۔** بقر عید کی، ازواج کی آفتاب سے پہلے، تک قربانی کا وقت ہے۔ پہلا دن افضل ہے، پھر ۱۱ پھر ۱۲ تاریخ۔

**مسئلہ ۱۶۔** بقر عید کی نماز سے پہلے شہر والوں کے لئے قربانی درست نہیں۔ جب نماز ہو جائے تب بکرے۔ اگر کسی غلے سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جب نماز کا وقت گزر جائے یعنی بعد از زوال اس وقت درست ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی دیہات، گاؤں میں رہتا ہو تو وہ دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد بھی قربانی کر سکتا ہے۔

**مسئلہ ۱۷۔** اگر شہر کا رہنے والا قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے، تو اس کی قربانی نماز سے پہلے بھی درست ہو۔ اگرچہ وہ خود شہر میں ہے۔ ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوائے اور گوشت کھائے۔ (دایہ)

**مسئلہ ۱۸۔** رات کو بھی قربانی جائز ہے۔ لیکن پسندیدہ اور بہتر نہیں کہ شاید کوئی دگ نہ کئے اور قربانی درست نہ ہو۔

رشتہ داروں کو دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کر دے۔ بہتر ہے کہ تھائی حصہ غریب مساکین کو دے، تھائی دوستوں کو اور تھائی اپنے اہل و عیال کو۔ لیکن جس شخص کا کنبہ زیادہ ہو اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔

۲، قربانی کی دسی معمول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔  
۳، قربانی کی کھال یا تو یوں ہی خیرات کر دے یا بیکرا اسکی قیمت ایسے لوگوں کو صدقہ دے جن کو مال زکوٰۃ میں سے دینا درست ہے۔ فروخت کئے بغیر خود اس کھال کو اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے۔ یعنی اس سے ڈول وغیرہ بنا سکتا ہے۔ اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت کسی کو بھی اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کا خیرات کرنا فردی ہے۔ قصاص کی اجرت اپنے پاس سے الگ دیوے۔ کھال یا اس کی قیمت یا گوشت، چربی وغیرہ اس میں دینا جائز نہیں۔  
۴، قربانی کا گوشت وزن سے پورا پورا قول کر تقسیم کیا جائے۔ اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف کم گوشت کے ساتھ کھال لگا دیئے جائیں تو پھر اندازہ سے تقسیم درست ہے۔ اگر ایک جانور میں کھو آدمی شریک ہوں اور سب تقسیم نہیں کرتے بلکہ کچا ہی فقراء کو تقسیم کرتے یا کھلانا چاہتے ہیں، تو یہ بھی جائز ہے۔

## طلب علم و نیلہ

قربانی کے چمڑوں اور اس کی قیمت کے بہترین مصرف ہیں۔ کہ اس میں دھرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعت مسلم دین کا۔ جیسا کہ وارد

مسئلہ ۵۔ دسویں گیارھویں تاریخ سفر میں تھا۔ بارھویں کو غروب آفتاب سے پہلے گھر پہنچا، یا پندرہ دن کییں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا ہے۔ یا پہلے مال نہ تھا، ۱۲ کی شام سے قبل مالدار ہو گیا۔ تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۶۔ اپنی قربانی خود ذبح کرے تو بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو دوسرے سے ذبح کرائے اور ذبح کے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔ اگر خود نہ جاسکا اور دوسرے سے کرایا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۷۔ کسی پر قربانی واجب تھی۔ لیکن قربانی کے عینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کرے۔ اور اگر بکری خرید لی تھی تو بیعہ وہی خیرات کر دے۔

مسئلہ ۸۔ قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا، صرف بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن یاد ہو تو یہ دعا پڑھنا بہتر ہے۔ جب قربانی کو قبلہ رخ ٹائے تو یہ دعا پڑھے: **یا اِنِّی وَجْهَتُ وَجْهَیْ لِلذِّکْرِ فَطِمَ السَّمَوَاتُ وَالْاَسْوَاضُ حَنِیْفاً وَما اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنِّی صَلَوْتُ وَنَسِکْتُ وَمَحْیَاىَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ سَمِیْعِ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِکَ لَہٗ۔ وَبِذٰلِکَ اَمَرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔** اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: **اَللّٰہُمَّ تَقَبَّلْہَا مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرٰہِیْمَ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔**

مستغرق احکام: مرد، قربانی کا گوشت آپ کھاؤ

# اسلام کا انقلابی شاہکار

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی کا ایک پہلو

(از مولانا بدر الحق صاحب کوٹلی)

ارشاد ربانی ہے: ادع الی سبیلک بالحقۃ و  
للو عظۃ الحسنۃ و جاد لہم بالحقۃ ہی الامن (ترجمہ)  
اپنے پروردگار کے راہ کی طرف لوگوں کو داناٹی اور عمدہ نصیحت کے  
ذریعہ بلا دواؤں سے مناظرہ خوش اسلوبی سے کر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اصلاحی اور انقلابی تحریکات کا  
بنیادی شاہکار یہی ارشاد الہی تھا۔ یکساں ہست لال ہو یا وعظ و نصیحت،  
مباحثہ مناظرہ ہو یا درس و مذاکرہ، فرود سی پر کہ آدمی نرمی اور خندہ پیشانی  
سویا نہیں کرے۔ ہمارے بڑے حکیم، سب سے بڑا مع اور داعی الی الخیر تھو  
انصاف کبھی ایسوں اور دشمنوں پر بھی درو بر در دوستی نہیں کی۔ آپؐ ہمیشہ  
نرمی اور عنایت سے دعوت اسلام فرمائی۔

اگر کوئی شخص چاہے کہ کوئی بات منوائے تو مشکل ہی نہیں بلکہ نا  
مناسب بھی ہو، لیکن اگر اسی بات کو نرمی سے کہے اور سہولت کیساتھ لوگوں کے  
ذہن نشین کرے تو ہر ایک مان لے گا۔ یہ قاعدہ ہر کرڈیر سے بینک پانی کو نرم کر کے  
سیدھا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی نے یوں ہی تو سب سے خدیج  
سیدھا کر لیا ہو۔ چنانچہ اس کے بانی پیش نظر الدین سر اسلام کا اعلان مسیحی  
پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کیا۔ اسلام میں مذہب کا اولین جزو  
ایمان ہے۔ ایمان یقین کا نام ہے۔ دینا کی کوئی طاقت بھی کسی کے دل میں سچا  
یقین نہ بردستی پیدا نہیں کر سکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پناہ مانگنے والے کو پناہ دیا کرتے تھے  
جس کے خیر مقابل کے پاس یہ اطلاع نہ رسائی فرمایا جاتا۔

مذہب اسلام (جو سچا اور امن بخش دستور ہے) قبول کر لو۔ ہمارے بھائی

بھانجے، تمہارے حقوق بھی ہم جیسے ہو جائیں گے۔ ہم ہر قسم کی حفاظت انہی ہی غرض  
ہو گی جیسے اور مسلمانوں کی۔

۱۴۔ اگر تم اسلام قبول نہیں کر سکتے تو آسمانی حکومت یعنی اسلامی امارت  
کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر لو۔ جزیہ دواؤں سے بچاؤ۔ اگر ان میں سے کوئی بات نہ  
ماننے کیلئے تیار نہ ہو تو بدرجہ مجبور ہی اس کے لئے کوئی دوسری راہ نکالی جاتی۔ چنانچہ  
اسی کا حکم قرآن شریف میں بھی آیا ہے:-

وان احد من المشرکین اور اگر لڑائی میں، کوئی مشرک تم سے  
استجارہ کرے یا جبر سے پناہ کا طالب ہو تو اس کو پناہ دے  
یصح کلام اللہ ثم ابطلہ بیان تک کہ وہ خدا کا کلام سنے  
ما منہ ذلک ہانہم قوم پھر اسکو وہاں پہنچا دے جہاں وہ  
لا یعلمون۔ (توبہ-۱۱)۔ بخوف ہو سکے یہ بے علم لوگ ہیں۔

ناظرین! اگر آپؐ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا غور سے مطالعہ کیا ہوگا  
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرتؐ کے قد راس کو پسند کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کا دستور  
تھا کہ جب کسی نوجوان کو متعین فرماتے تو آپؐ سر دلو کو یہ ہدایت فرما دیتے کہ:-  
جب تم کو مشرکوں میں کسی قوم کا حقا بڑ ہو تو اسکو تین باتوں میں کسی ایک  
بات کو قبول کر۔ ۱۔ ان میں جو بات بھی مان لے تو اس پر عمل نہ کر۔

اس کے بعد اس خواہش کو رد کر دو کہ وہ مسلمانوں کے ملک میں آجائے تو اسکا وہی  
حق ہوگا جو مسلمانوں کا ہے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اسکو جزیہ دیکر ہی رہنے  
کو کہو، اگر وہ اسکو مان لے تو غیر، وہ نہ خدا کی مدد پر ہر وہ کہے کے مطابق شروع  
کر دو۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد)

ایک صحابی نے پوچھا کہ لڑائی میں میرا حریف اپنی تلوار میری تلوار پر مارے گا

اور جب میری باری آئی تو دھخت کی آڑ میں ہو کر گئے میں سلمان ہوتا ہوں۔ قتلے رسول اللہ! میں کیا کروں؟ اسکو قتل کروں؟ فرمایا نہیں۔ اسکا قتل جائز نہیں۔ اسنے کہ اگر تم نے اب اسکو قتل کیا تو وہ ایسا ہو جائیگا جیسے تم اسکے قتل سے قبل تھے۔ اور تم ایسے ہو جاؤ گے جیسے وہ اسل قرار توحید سے قبل تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان) آپنے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا سلوک و محبتوں کیا کیا تھا؟ سخت ترین دشمن، سخت ترین ایذا پہنچا دینے بعد بھی رسول اللہ کے گمراہ و محبت و محفو میں جگہ پاتا رہا۔ اسبطرح ایک دفعہ کا ذکر ہے :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔

انھوں ایک قوم کو دعوت اسلام دی۔ اسنے کہا، صیانا صیانا۔ چونکہ کفار مسلمانوں کو ممانی کہتے تھے اسنے انھوں اسی لفظ سے اسلام قبول کر لیا اور اذکیا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید اس پر مطمئن نہیں ہوئے اور انھوں حکم دیا کہ شخص اسنے اپنے تئیدیوں کو قتل کر دالے۔ تمام صحابہ نے اس حکم کی تعمیل کرنا کر لیا۔ اور جب آنحضرت آکر واقعہ بیان کیا تو آپنے بھی تمام صحابہ کی تائید کی۔ اگر دشمن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاوے عین اتفاق سے اسنے ہر کوئی موقوف نہیں ہو سکتا لیکن صحابہ کرام اسوقت بھی مدد گد کرتے تھے۔ کیونکہ انگوں میں خلا و رسول کی محبت نے بعض انتقام کی جگہ ہی نہیں چھوڑی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت سے صحابہ کرام کو نرم دل و کیم اذیہ بار بار یاد تھا۔ چنانچہ ایک بار ایک شخص نے حضرت ابو بکر کو برا بھلا کہا۔ وہ خاکو سے اسنے پیر پر کلمات استعمال کئے وہ اب بھی چپکے۔ تیسری بار پیر ادا دیا کہ تمہا کہیں جا کر انھوں اسکا جواب دیا۔ مگر بار بار سنے میں اب بھی جواب دہی پسندیدہ قرار دیتی۔ (ابوداؤد کتاب الاحادیث)

حضرت مسلم اور صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر ہے :- والکا ظہین البیظ والعا فین خصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں عن الناس۔ (آل عمران) سے مدد گد کر نیوالے ہیں۔ حضرات آنحضرت کو اتنی تکلیف دیتی گئیں کہ آپسے قبل کوئی نبی انکی نظیر نہیں پیش کر سکا۔ بات کی تائیدی میں آپسے راستہ میں کانٹے تک بچھا گئے۔ دروازہ پر غلطی ڈال دی جاتی تھی۔ (تاریخ طبری)

اب غلام پر آپکبھی صرف ستھ فرماتے کہ فرزندان محمد مناف! حق ہستی نوب ادا کر رہے ہو۔ ایک مرتبہ نبی صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اسنے میں قریش بھی وہاں جا بیٹھے، ابو جہل بولا آج شہر میں فلاں مگر اونٹ ذبح ہوا ہے اور بھری پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جا کر اٹھا لائے اور اسی دینی صلعم کے اہل و عیال کے بدعت عقہ اٹھا اور نجاست بھری اور بھری اٹھا لایا اور جب نبی صلعم عہدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی۔ آنحضرت امتقد غشوع اور غشوع میں کہ کچھ تبر بھی نہ ہوئی۔ اور کفار منہی کے لئے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ان کفار کو گذشتہ نبیوں کے واقعات کی تیسری تھی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سنا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ انکا بھی اسبطرح مذاق اڑا دیا گیا، پھر بعد کو نودان ہلنے والوں پر ایسا عذاب آیا کہ تمام مخلوق میں صرف چند انسان اور کچھ حیوان باقی بچ گئے تھے۔ اور بقیہ سب قار ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہی خبر عرب ذی آیت میں دیتی ہے۔ وکایا مر علیہ ملا من قومہ منحنی وامنہ قال ان تسخن وامنا فاناسخن منکم کما تسخن ون۔

جنگ احد میں بعض صحابہ آنحضرت کے جبکہ حضور کو بھی کئی زخم آئے تھے۔ اور بیت المقد رتقد ر صحابی بھی شہید ہو گئے تھے، عرض کیا کہ ان! آپ منکرین پر بددعا فرما دیں۔ نبی صلعم نے فرمایا :- انی لم ابعث لہانا ولکن بعثت داعیا ورحمة اللہم اھل قومی فانہم لا یعلمون۔ (ترجمہ) میں لعنت کیلئے نہیں بنایا گیا، مجھے تو خدا کی طرف بلائیوا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اسی غلام میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ (صحیح مسلم عن ابی ہریرہ)

۱۲ سال گزر گئے، اذیتوں کی صورتیں دیکھا، ہلکی رہیں، مگر اذیت روز افزوں تھی جتنی کہ وہ دن آیا جو عداقت کا انزی اور فطری ثمرہ تھا اور ہٹ دھرم ظالموں کا آخری انجام جسکو دنیا نے فتح کو سو تعبیر کیا، اگرچہ کلام الہی نے اسد و سال پیشہ کی صلح کو فتح مبین فرمایا تھا، مہریت یہ ہوئی کہ شہت میں کفار کہنے ایک معاہدہ کیا تھا جسکو معاہدہ حبیبہ کہا جاتا ہے، اسکی مدت دس سال تھی۔ اس معاہدہ میں قوم بنی نضراہ نبی صلعم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف سے ہوئے تھے۔ مگر ابھی اس معاہدہ کو دو برس بھی نہ گزرنے تھے کہ بنو بکر





نے ہے  
بنی خدا ہمارا جاننے

ترانے کا غور آج

یہ ہے سب لوگ

یا اور آدم مٹی سے

فرماتا ہے، لوگو! ہم

دوست کے پیدا کیا، اور

پہچان کیلئے بنائیں

اسکی زیادہ غزن

ی زیادہ ہو۔ پھر

د ہو۔ اور تم پر آج

ہ نہیں۔

بنی الحارث بن عبد

یفر اللہ لکم سے شاد

مبارک کیسکتی ہیں؟

اور فتح مکہ کے بعد

جینے کا جنون پیدا

یہ خبر سن کر نبی صلی

لہ کرنا مناسب نہیں

فروں ہی کو شکرت

قید چاندی اور چھ ہزار

نگ کے قریب ہی

میں رحم کی دعا

اللہ علیہ وسلم پتھر

مشی کی حالت میں

یوں کیجیے ہے۔

پر پتھر پلٹ آئیں

کوئی کتا خاتم پر سب بلا کیوں بیٹھ نہیں جاتی۔ ہمارے غرق ہو نیکو نہیں کیوں بیٹھ نہیں جاتی  
کوئی کتا تھا میں ایسے خدا در نہیں سکتا۔ کہ جو اپنے پیر کی حفاظت کر نہیں سکتا  
گواسر تل میں جھٹکنے باں تھی رہی یاد۔ دعا خیر بھی کرتا رہا اللہ کا پیارا  
ظلام باہ فاذ بدین حارث ڈھونڈنا آیا۔ متلوع نور کو طائف سے نکھڑا دیا  
و حادث کی درخواست نبی صلعم سے، ۵

فلک کو حکم دیجیے پھر ان کینہ کاروں پر۔ بجائے برگ طائف کے پہاڑوں پر  
یہ شکر رحمت اللطیفین نے جس کے فرمایا کہ میں اس در میں قہر و غضب تک نہیں آیا  
نبی صلعم نے ان سرداروں کو دوسرے روز بلوایا جب وہ سرداروں کو بلوایا جب  
وہ سرداروں کو تو انہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ نبی  
الرحمن نے فرمایا، میں اپنے اور بنو حنیفہ کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے  
کرتا ہوں۔ انصار دھما ہونے کا ہم بھی اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے  
آواز کرتے ہیں۔ اب نبی سلیم اور نبی قرارہ رہ گئے، انکو نزدیک یہ عجیب بات  
تھی کہ جلد آدو دشمن پر جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو، ایسا رحم و لطف  
فرمایا جا، اسلئے انہوں نے اپنے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ جب ان کا یہ حال دیکھا تو  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے سرداروں کو بلوایا۔ اور ہر ایک قیدی کی  
قیمت چھ اونٹ مقرر کر کے انکو دیدی اور سب قیدیوں کو آزاد کرالیا۔  
ناظرین کرام! اب چونکہ مضمون بہت طویل ہوتا جا رہا ہے اسلئے صرف  
دو چار واقعات اور بیان کر کے مضمون ختم کرتا ہوں۔

آپ کو مذکورہ بالا واقعات معلوم ہو گیا ہو گا کہ رسول اللہ صلعم کے  
شرح شروع میں کتنے دشمن تھے، اور انہوں نے رسول صلعم کو ایذا دینے میں  
کوئی کسر اٹھانہ دکھی تھی۔ پھر بھی بعد کو انکو پتہ چل گیا کہ نبی صلعم کا برتاؤ جو ہر وہ  
دوند و شن ہے۔ مگر ہم میں سے کسی کو کوئی اتنی اذیتیں پہنچانا اور پھر قابو  
میں آچا یا تو شاید ہم اسے زندہ نہ چھوڑتے، لیکن رسول صلعم انکو ساتھ  
بجاء دشمنی کے اور زیادہ لطف و مہربانی سے پیش آئے۔

آپ ہمیشہ دشمنوں اور اسیروں، کمزوروں اور مخلوبوں پر رحم  
و کرم کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی ظلم نہ سہکتے تھے۔ اور عفو و  
کرم کی ہدایت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ دس اشخاص جنہیں وفد نزلان سے

موسم کیا جاتا ہے۔ ہمارے شعبان ۱۲۵۹ھ کو خدمت نبوی صلعم میں حاضر ہوئے۔  
حضور نے ان کو حسب ذیل نصیحتیں کیں :-  
۱، حد کو پورا کرنا، ۲، امانت کا دار کرنا، ۳، ہمسایوں سے اچھا برتاؤ کرنا، ۴،  
کسی پر ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی بتایا کہ ظلم قیامت کے دن تار یک ہو گا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ  
میں ٹھہر رہے تھے، انہی آدمی کوہ متعم سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان غازیوں  
مصرف تھے اس ارادے سے آئے کہ مسلمانوں کو ناز میں قتل کر دیں۔ لیکن وہ  
اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور گرفتار کر لئے گئے۔ آنحضرتؐ نے انہیں اد  
ماہ و کرم چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کے بعد میں قرآن مجید کی اس آیت کا نزول ہوا،  
و هو الذی کف ایذہم بنہم عداوہ جو جسے وادی مکہ میں ہمارے دشمنوں  
عنکم و ایذہم عنکم کے ساتھ تم سے رخصت ہوئے اور تمہارے  
بطن مکہ من بعد ان کے ساتھ ان پر قابو پانے کے بعد  
اظہر کہ علیہم (الفتح ع ۳) ان سے یہ کہہ گئے۔

حضرات! حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراسر رحمت ہلکا  
بیچے گئے تھے۔ کتنے واقعات گناہے جائیں اور کتنی دلیل دی جائیں  
دیا کہ کیسے ایک کوزہ میں بھر کر دکھلایا جائے۔ کیا نبی صلعم کو سخت سخت  
ایذا نہیں پہنچائی گئیں؟ کیا آپ کو شہید کر نیکی سازش نہیں کی  
گئی؟ کیا آپ پر پتھر نہیں برسائے گئے؟ پھر بھی آپ نے اف تک نہ کی۔  
ایک مشہور واقعہ ہے۔ ایک بار آنحضرتؐ صلعم ایک دفعہ کتبے پہنچے  
تلوار شاخ میں آویزاں کر دی۔ غوث بن الحارث آیا تو اس کا لکر نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم کو گستاخانہ بگایا۔ بولا اب تم کو کون بچا بیگا؟ فرمایا اللہ۔ وہ چکر کھا کر  
گر پڑا۔ آنحضرتؐ تلوار اٹھالی، فرمایا اب تمھ کو کون بچا سکتا ہے؟ وہ حیران  
رہ گیا۔ فرمایا جاؤ، میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ صحیح بخاری باب غزوات  
ذات الرقاع و سطر ع ۴۴

ناظرین کرام! اب میں اس درخواست کے ساتھ  
مضمون کو ختم کرتا ہوں، کہ آپ بھی پیروی کیجئے گا،  
اور دنیا کو دکھلا دیجئے گا، کہ ان کی پیروی سے انسان

# کتبہ ہندوستان

پیغام حق: حضرت مولانا ظفر صاحب گوی مروج کی آخری حرکت اللہ تعالیٰ پر مشیخہ پر سیر حاصل ہو گیا ہے۔ قیمت ۱۰/-  
تفسیر آیت مباہلہ: در شیعوں کے بڑے مخالف کا اذالہ۔ قیمت چار آنے ۱۴/-

تفسیر آیت امامت: امام آیا ہے۔ اور سدا امامت پر سیر حاصل ہو گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۱۴/-

تفسیر آیت میراث ارض: مصنفہ ایضاً، آیت ولقد کتبنا فی الزبور الخ سے خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت۔ قیمت ۴/-

تفسیر آیت اولی الامر منکم: مصنفہ ایضاً، آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر اور شیعوں کے مخالف کا جواب۔ قیمت چار آنے ۱۴/-

تفسیر آیت معیت: ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا خلیفہ برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۱۴/-

تفسیر آیت تمکین: مصنفہ ایضاً، آیت الذین ان کنتم فی الارض الخ کی تفسیر، جس سے ثابت کیا گیا ہے، کہ حضور صلعم کے اصحاب جاہلین کی بادشاہی میں بڑی سختی، ان میں سے ہر ایک امامت و خلافت کی قابلیت رکھتا تھا۔ انکی خلافت قرآن کی موجودہ خلافت ہے۔ اور انکے بعد خلافت کے تمام کام خدا کے پسندیدہ و مقبول ہیں۔ قیمت چار آنے ۱۴/-

تفسیر آیت رضوان: مصنفہ ایضاً، آیت لعلک رضی اللہ عن المؤمنین الخ کی تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے، کہ حضرت خلفاء ثلاثہ اور تمام صحابہ پر یہ جنتی ہیں۔ اور خدا کے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ قیمت چار آنے ۱۴/-

تفسیر آیت مودۃ القرنی: مصنفہ ایضاً، آیت قل لا استلکم علیہ اجرا الخ کی صحیح تفسیر، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ جو اس آیت کے حوالہ سے محبت اہل بیت کو اجور مانتے ہیں، یہ قرآن کی معنوی تحریف اور سیلان نبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر نہایت سخت حملہ ہے۔ قیمت ۱۰/-

ابوالائمہ کی تعلیم: مصنفہ ایضاً، جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے، کہ کوئی شخص محبت حضرت علیؑ اور پیر و کار اہل بیت نہیں بن سکتا، جب تک کہ مذہب حق اہل سنت و الجماعت اختیار نہ کرے۔ قیمت آٹھ آنے ۸/-

کشف التلبیس حصہ دوم و سوم: جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۰/-

علمائے ہند کی شاندار ماضی: کتاب کیا ہے، اگر انبیاء دینی اور سیاسی معلومات کا بے با ذخیرہ ہے۔ سرورق رنگین مجلس قیمت ۸/-

غلام احمد نمبر: اس کے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسند انسان مرنا صاحب دعوی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۰/-

مکتبہ ہندوستان

مکتبہ حبیب الانصار و فیجر سالہ شمس السلام و کائنات شمس السلام بمیرہ (پاکستان)